تدبّر

لاہور

57

زیرِ نگرانی:

مولانا امین احسن اصلاحی

مُدیر:

خالد مسعود

یکے از مطبوعات

ادارۂ تدبرِ قرآن وحدیث

لاہور۔ پاکستان

نئی اشاعت

امام حمید الدین فراہی علیہ الرحمۃ کی مندرجہ ذیل تالیف مطالعہ فرمایئے

حکمت قرآن

موضوعات :

امام فراہیؒ کا تصور حکمت
حکمت کی اصل اور اس کی فروع
حکمت اور قرآن حکیم
دین اسلام کا نظام
دین اسلام کی بنیادیں
حکمت کا مفہوم
حکمت کی تعلیم اور اس کا حصول
حکیم کا طرز فکر و تعلیم
مذاہب پر غور کا طریقہ

ترجمہ = خالد مسعود

قیمت = ‎75/-‎ روپے

فاران فاؤنڈیشن

122 - فیروز پور روڈ - اچھرہ' لاہور 54600

فون = 7595200

اسباق النحو

مصنف : خالد مسعود

- امام فراہیؒ کی کتاب پر مبنی نئی ترتیب کے ساتھ
- عربی زبان کے قواعد کی تعلیم کا جدید انداز
- اسم' فعل اور حرف کا ضروری تعارف
- ترجمہ کے لیے مشقیں

"میرے نزدیک یہ کتاب طلبہ فن کے لیے کافی ہے۔ اس سے
عربی زبان سیکھنے کی راہ باز ہو جائے گی"

مولانا امین احسن اصلاحی

قیمت : 36 روپے

شائع کردہ : ادارہ تدبر قرآن و حدیث مسلم کالونی رحمان سٹریٹ سمن آباد لاہور

تدبر لاہور

شمارہ نمبر 57

جولائی 1997ء

ربیع الاول 1418ھ

زیرنگرانی :

مولانا امین احسن اصلاحی

مدیر :

خالد مسعود

مجلس ادارت

عبداللہ غلام احمد

ماجد خاور

محبوب سبحانی

سعید احمد

قیمت : ‎۱۰/-‎ روپے

سالانہ : ‎۴۰/-‎ روپے

بیرون ملک ‎۲۰۰/-‎ روپے

فہرست

تذکرہ و تبصرہ		
مشاہدات حج	خالد مسعود	2
تدبر قرآن		
تفسیر سورہ حج	خالد مسعود	9
تدبر حدیث		
موزوں پر مسح اور پیشاب کی نجاست کے احکام	امین احسن اصلاحی/ سید اسحاق علی	19
حسن اخلاق	امین احسن اصلاحی/ سعید احمد	35
تبصرہ کتب		
عالم اسلام کی صورت حال	محبوب سبحانی	43
عشر و زکوۃ میں توسیع کی ضرورت	سعید احمد	44
ام الکتاب میں اللہ کا تعارف	محمد یونس	46
مقدمہ ریاض القرآن	محمد یونس	48

ناشر : ادارہ تدبر قرآن و حدیث رحمان سٹریٹ، مسلم کالونی، سمن آباد لاہور

مطبع : المطبعۃ العربیۃ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ و تبصرہ
خالد مسعود

مشاہدات حج

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سال حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ پاکستان سے حج پروازیں 10 مارچ 97ء سے شروع ہو کر 11 اپریل 97ء تک جاری رہیں۔ میری روانگی 11 مارچ اور واپسی 23 اپریل کے شیڈول سے ہوئی۔ مدینہ منورہ میں قیام 14 مارچ کی صبح سے 22 مارچ کی صبح تک رہا۔ 22 مارچ کو صبح نو بجے مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مغرب کے وقت مکہ مکرمہ پہنچے۔ اس طرح مدینہ شریف کے قیام کے دوران جمعہ کی دو نمازیں پڑھی گئیں۔ نیز شاہراہ ہجرت کو دن کی روشنی میں دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ مدینہ میں قیام مسجد نبوی سے دو منٹ کے فاصلہ پر ایک عمارت قصرانس میں تھا جبکہ مکہ مکرمہ میں ہماری عمارت محلّہ شامیہ میں جبل ہند کی چوٹی پر واقع تھی۔ بلندی سے قطع نظر حرم شریف تک پہنچنا آٹھ دس منٹ میں ممکن ہوتا تھا۔ سفر حج کے پورے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیماری کا حملہ نہیں ہوا اس لیے عبادات و مناسک کی ادائیگی پوری یکسوئی' دل جمعی اور اہتمام کے ساتھ ممکن ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

حج ایک عظیم عبادت ہے۔ اس میں جو مال خرچ کرنا پڑتا یا سفر کی جو صعوبت اٹھانی پڑتی ہے وہ تو ہر شخص کو نظر آنے والی چیز ہے لیکن اس میں زندگی کے معمول سے ہٹ کر جو مناسک ادا کیے جاتے ہیں اور جو حج کو ایک منفرد عبادت بناتے ہیں' ان سے بالعموم ہمارے لوگ واقف نہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو نماز' روزہ اور زکوٰۃ کی عبادات میں شامل نہیں ہیں لیکن حج کی عبادت کا لازمی جزو ہیں۔ پھر یہ عبادت اس مقام پر کی جاتی ہے جہاں امت مسلمہ کا قبلہ واقع ہے۔ ساری عمر ہماری نمازیں اس قبلہ کے رخ پر ادا ہوتی ہیں جبکہ حج میں آدمی قبلہ کو اپنے سامنے پاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قبلہ کا یہ قرب عبادت کو ایک نئے کیف سے آشنا کرتا ہے جس کا حصول کسی بھی دوسرے مقام پر ممکن نہیں ہے۔

حج کے مناسک کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں دین کے اعلیٰ تقاضوں اور مقاصد کو علاماتی شکل میں سمو دیا گیا ہے۔ چنانچہ بیت اللہ' اس کے گرد و نواح کے مقامات اور اس سے متعلق چیزوں کے لیے شعائر اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وہ چیزیں جو اہم حقائق کا شعور بیدار کرنے کے لیے بطور علامت رکھ دی گئی ہیں۔ ان کے ساتھ جو اعمال وابستہ ہیں وہ اصل میں قالب ہیں جن کے اندر روح وہ حقیقت ہوتی ہے جس کا احساس دلانا مقصود ہے۔ مثال کے طور پر کعبہ کو بیت اللہ یعنی علامتی طور پر اللہ کا گھر کہا گیا ہے۔ یہ عرش الٰہی کی علامت ہے۔ جس طرح مقربین فرشتے عرش الٰہی کو

گھیرے میں لیے ہوئے اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں اسی طرح زمین پر اللہ کے بندے اس گھر کا طواف کر کے اور اللہ کی حمد و تسبیح بیان کر کے مقرب فرشتوں کے ساتھ ہم نوا ہوتے ہیں۔ کعبہ محض پتھروں سے تعمیر کیا ہوا ایک مکان نہیں بلکہ امت مسلمہ کا مرکز عبادت و عقیدت ہے۔ یہ فلاح و سعادت کے حصول کے لیے ایک نشان ہے جس کی طرف لپکنے اور سبقت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اس گھر کی تاریخ عظیم روایات کی امین ہے۔ یہ دنیا کے بت کدے میں خدا کی توحید کا پہلا مرکز ہے۔ اس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور یہ دونوں باپ بیٹے اسلام کی حقیقت کو اپنے عمل سے ظاہر کرنے والی جلیل القدر شخصیات ہیں جن کی عبدیت پر گواہ اللہ کا کلام ہے۔ اپنی تعمیر کے دن سے لے کر آج تک یہاں طواف و اعتکاف اور رکوع و سجود کرنے کی سعادت اتنے انسانوں نے حاصل کی ہے کہ ان کا شمار اسی طرح ناممکن ہے جس طرح آسمان کے ستاروں کا شمار کسی کے بس میں نہیں۔ کعبہ کے ایک کونے میں لگے ہوئے حجر اسود کا استلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کے عہد کا مظہر ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک عاصی بندہ جب اپنے ایمان کا حقیر سرمایہ لے کر بیت اللہ کے روبرو پہنچتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ نہ اس کو اپنے ہاتھ پاؤں میں سکت محسوس ہوتی ہے اور نہ جذبات پر قابو رہتا ہے۔

خانہ کعبہ سے متعلق دوسرے شعائر کے ساتھ بھی اسی طرح کی حقیقتیں وابستہ ہیں۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کس بات کی یادگار ہے؟ اگر اس کی عام توجیہ قبول کی جائے کہ ان دو پہاڑیوں کے درمیان حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ نے اپنے بچے اسماعیلؑ کے لیے پانی کی تلاش میں تگ و دو کی تھی تو یہ سعی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں پیش آنے والی مشکل کے حل کے لیے سرگرمی دکھانے کا سبق دیتی ہے۔ اس کی دوسری توجیہہ یہ ہے کہ مروہ' جیسا کہ نبی ﷺ کے ایک ارشاد سے معلوم ہوتا ہے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا اصل مقام ہے۔ اللہ کے حکم قربانی کی تعمیل میں حضرت ابراہیمؑ نے جو دوڑ دھوپ کی' صفا و مروہ کی سعی اس کی یادگار ہے۔ ان دونوں توجیہات کی روشنی میں عبدیت کے اظہار میں سرگرمی اور تگ و دو کی حقیقت ان شعائر سے وابستہ ہے۔ منیٰ میں جانور قربان کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی عملی یادگار منائی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ قربانی کے جانوروں کو بھی شعائر اللہ میں شمار کیا گیا ہے۔

رمی جمرات میں علامتی شیطانوں پر تین چار روز برابر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگسار کرنا لعنت کرنے کے مترادف ہے۔ رمی جمرات میں جو حقیقت پیش نظر ہونی چاہیے وہ یہ عزم ہے کہ ہم بیت اللہ کے دشمنوں اور ہر طرح کے شیطان صفت لوگوں پر لعنت کرتے ہیں۔ ہم ان کا رستہ روکیں گے اور اس راہ میں عملی جہاد کریں گے۔ نیز کافر اگر ہمارے قبلہ کی جانب میلی آنکھ سے دیکھیں گے تو ہم' پوری ملت' یک

جان ہو کر ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنے قبلہ کا دفاع کریں گے۔

اس جہاد کی عملی مشق منیٰ سے عرفات' عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منیٰ تک ایک ایسے سفر کے ذریعہ سے کرائی جاتی ہے جو کوچ اور قیام کے نظام الاوقات کے حوالہ سے فوج کے مارچ سے مشابہ ہے۔ اس میں اسی طرح کی سختیاں برداشت کرنی ہوتی ہیں جیسی سختیاں ایک فوج برداشت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین کے لیے حج کو جہاد ہی کے درجہ میں رکھا گیا ہے۔

حرم شریف کی حدود میں اور مناسک حج کے ادا کرتے وقت جب آدمی بیسیوں قومیتوں کے لاکھوں انسانوں کو ایک ہی رب کے سامنے سجدہ ریز دیکھتا اور ان پر ایک ہی دھن سوار ہونے کا مشاہدہ کرتا ہے تو فی الواقع اسے اپنے رب کی کبریائی اور ملت کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اور وہ خوشی محسوس کرتا ہے کہ وہ بھی اس ملت کا ایک فرد ہے۔ اسے بار بار حضوری کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو اپنے مالک سے قریب محسوس کرتا ہے۔ اسے رب سے مناجات میں دلی تسکین ملتی ہے اور دیکھا جائے تو اس سفر کا اصل حاصل یہی چیزیں ہیں۔

حرمین شریفین کی عمارتوں کا شکوہ' ان کا حسن انتظام' حجاج کی ضرورتوں کا لحاظ' سب چیزیں ایک زندہ ملت کے شایان شان ہیں۔ شرک و بدعت کے مظاہر سے حرم شریف کو پاک رکھنے کی شعوری کوشش کی جاتی ہے۔ اور طھر بیتی للطائفین (میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا) کی وہاں عملی تفسیر مشاہدہ میں آتی ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا اس امت پر خاص انعام ہے کہ اس نے اسے اپنے قبلہ کو مظاہر شرک سے پاک رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ حسن انتظام کا عظیم مظاہرہ ایام حج میں' جب لگ بھگ تیس لاکھ انسان ایک ہی جگہ جمع ہو جاتے ہیں' دیکھنے کو ملتا ہے کہ نہ وہاں پانی اور خوراک کی کمی کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے' نہ صفائی کا۔ اتنے انسان نہایت محدود وقت میں ایک سے دوسرے مقام تک متحرک ہوتے ہیں اور سب اپنے مناسک ادا کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ہم اس صورت حال کا مقابلہ جب اپنے ملک کے انتظام سے کرتے ہیں' جہاں اگر کسی سیاسی لیڈر کا جلسہ ہوتا ہے تو دو دو گھنٹے ٹریفک جام ہو جاتی اور شاہراہوں پر کئی کئی میل تک گاڑیاں رک جاتی ہیں' تب احساس ہوتا ہے کہ سعودی حکومت نے کس قدر عرق ریزی کے بعد اتنے بڑے مجمع کی ضروریات سے عہدہ برا ہونے کا اہتمام کیا ہو گا۔

سعودی حکومت کے حسن انتظام کے باوجود بہت سے مسائل محض ازدحام کے باعث پیدا ہوتے ہیں یا پھر حجاج کی مناسک حج سے بے خبری ان کا باعث ہوتی ہے۔ جس کی ذمہ دار ان حجاج کو حج پر بھیجنے والی حکومتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ دور دراز کا اتنا پر مشقت سفر اس بات کا متقاضی ہے کہ حج کے لیے آنے والے جسمانی طور پر صحت مند اور توانا اور ذہنی طور پر حج کے مقاصد سے آگاہ' اس کے مناسک سے باخبر اور ان کو ادا کرنے پر آمادہ ہوں۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ حجاج کی بہت بڑی تعداد نحیف و نزار بوڑھوں پر مشتمل ہوتی

ہے جن کو شائد اپنے ملک میں بین الاضلاعی سفر پر بھی تنہا روانہ کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ بوڑھے یا تو بیماریوں کا شکار ہو کر کسی گوشے میں پڑے رہتے ہیں یا ہجوم میں شامل ہو کر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ مناسک حج ادا کرنا تو ان کے لیے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ شریعت نے حج کے لیے استطاعت کی جو شرط عائد کی ہے حجاج کی یہ قسم ہرگز اس پر پوری نہیں اترتی۔ بالعموم یہ بوڑھے (مرد اور عورت دونوں) اپنی مرضی یا شوق سے نہیں بلکہ اولاد کے بھیجے ہوئے آتے ہیں۔ اولاد کو نئی نئی دولت ہاتھ آتی ہے تو وہ اپنے ضعیف والدین کو حج کروا کر اپنی سعادت مندی کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن عملاً یہ دیکھا گیا ہے کہ ان بوڑھوں کو وہاں جب دھکم پیل سے واسطہ پڑتا ہے تو یہ حج پر بھیجنے والوں کو گالیاں اور بددعائیں دیتے ہیں اور مناسک حج کو ادا نہیں کرتے۔ حکومتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ حج کے درخواست دہندگان کا اس پہلو سے معائنہ کروائے اور بشرط صحت و توانائی ان کو حج پر بھیجے۔

جہاں تک ذہنی تیاری اور مناسک سے باخبری اور حج کی عبادت کے شعور کا تعلق ہے ہمارے ملک کی عظیم تعداد اس سے بالکل تہی دامن ہوتی ہے۔ اپنے ملک میں مقبروں اور آستانوں سے عقیدت رکھنے والوں کا تصور دین یہ ہوتا ہے کہ حرم شریف میں پہنچ کر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بیت اللہ کیا چیز ہے اور اس کا کیا مقام ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ولی اللہ کا مزار ہے اور پوچھتے ہیں کہ اس کا دروازہ کب کھلے گا۔ بعض لوگ بیت اللہ کا طواف کر لینے کے بعد یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کا حج مکمل ہو چکا۔ کچھ لوگوں نے سن رکھا ہوتا ہے کہ حج میں کنکریاں بھی پھینکی جاتی ہیں۔ وہ حرم شریف میں یہ سوال کرتے پائے گئے کہ یہاں کنکریاں کب پھینکی جائیں گی۔ گویا انہیں یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ حج مخصوص ایام میں ادا کیا جاتا ہے۔ ان ایام میں انہیں مکہ سے باہر جانا ہو گا اور وہاں یہ مناسک ادا کرنے ہوں گے۔ دین سے بے خبری کا ایک مظاہرہ یوں ہوتا ہے کہ لوگ مقام ابراہیم کے شیشے کو چومتے اور اس سے لپٹتے ہیں اور خدام حرم کے باصرار روکنے کے باوجود اس حرکت سے باز نہیں آتے۔

مشکل مناسک کے ادا کرنے کے لیے عدم آمادگی منیٰ کے قیام کے دوران بار بار سامنے آئی۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ان ایام کو مصیبت سمجھنے لگتے ہیں۔ رمی جمار کے لیے ہجوم میں جانا انہیں گوارا نہیں ہوتا۔ رمی کے اوقات کا لحاظ ان کے لیے سوہان روح ہوتا ہے۔ ایک دنیا ایسی ہوتی ہے کہ اگلے دن کی رمی سے اس سے پہلی رات کے کسی وقت فارغ ہو جاتی ہے۔ پھر ایک ایک آدمی اپنے کتنے ہی ساتھیوں کی طرف سے کنکریاں پھینک کر آ جاتا ہے۔ خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کام سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کر کے واپس مکہ کے آرام دہ ماحول میں پہنچا جائے۔ معلم حضرات حجاج کی اس بے تابی سے واقف ہیں۔ وہ بارہ ذوالحجہ کو دوپہر بارہ بجے کے فوراً بعد خیمے اکھڑوانا شروع کر دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص مسنون طریقہ پر تیرہ تاریخ کی رمی کرنے کا خواہشمند ہو تو وہ اس کے لیے کوئی سہولت مہیا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

پانی کے کنکشن کاٹ دیے جاتے ہیں۔ بجلی کی رو منقطع کر دی جاتی ہے اور آدمی کو بے بس کر دیا جاتا ہے کہ وہ منیٰ میں مزید قیام نہ کر سکے۔ مکتبوں میں لاؤڈ سپیکر کی سہولت موجود ہوتی ہے۔ اگر حجاج کو اس کی مدد سے احکام حج اور ان پر عمل کے صحیح طریقوں سے بار بار آگاہ کیا جاتا رہے تو بہت سے لوگ مناسک صحیح وقت پر درست طریقہ سے ادا کر سکیں گے۔ رمی جمار کے موقع پر اگر مختلف زبانوں میں ہجوم کو پرسکون رہنے اور آرام سے رمی کرنے کی ہدایات لاؤڈ سپیکر سے برابر دی جاتی رہیں تو اس مشکل کام کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔

اس سال حجاج کی تعداد میں پہلے کی نسبت اضافہ کی اجازت دے دی گئی تھی اس لیے ایام حج سے بہت پہلے حرم شریف میں ازدحام کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ حرم شریف کا وسیع صحن طواف کے لیے بالعموم تنگ پڑ جاتا ہے اور لوگ مجبور ہوتے ہیں کہ وہ برآمدے یا اوپر کی منزلوں پر جا کر طواف کریں۔ بظاہر نظر یہی اندازہ ہوتا تھا کہ جتنی تعداد صحن مسجد میں طواف کر رہی ہے اسی کے لگ بھگ تعداد اوپر بھی مصروف طواف ہے۔ اس صورت حال کے پیدا ہونے میں دو چیزوں کو دخل تھا۔ ایک تو عرضی رخ پر صحن مسجد کی تنگ دامنی اور دوسری حجر اسود کی سمت کی نشان دہی کے لیے فرش پر بنائی گئی پٹی کا غلط استعمال۔ صحن مسجد شرقاً غرباً تو کافی وسیع ہے لیکن شمالاً جنوباً اس کا عرض کم ہے۔ عام حالات میں طواف کے لیے یہ عرض بالکل کافی ہے لیکن حج کے مہینوں میں رش کے اوقات میں شمالی اور جنوبی برآمدوں کا وسطی حصہ طواف میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور خواہش ہوتی ہے کہ حکومت اس حصے کو چند محرابوں کی قربانی دے کر صحن میں شامل کر دے۔ اگر ایسا کر دیا جائے تو بہت بڑی تعداد برآمدوں میں طواف کرنے سے بچ سکتی ہے جو ظاہر ہے کہ طواف کے مقصد کے لیے نہیں بنائے گئے اور وہاں تعمیر کی ہیئت اور نمازیوں کے ہجوم کے باعث رکاوٹیں بھی بے پناہ ہوتی ہیں۔ جہاں تک حجر اسود کی سمت کا تعین کرنے والی پٹی کا تعلق ہے' دین سے بے خبر حجاج ٹھیک اس پٹی پر نماز ادا کرنے لگتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیت اللہ کے رخ پر نماز پڑھنا کافی نہیں سمجھتے بلکہ حجر اسود کو سجدہ کرنا افضل سمجھتے ہیں۔ اس عمل میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ مزید برآں لوگ استلام کے طریقہ سے بھی واقف نہیں ہوتے اور پٹی پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اشارے پر اشارے شروع کرتے ہیں تو وہ ختم ہونے میں نہیں آتے۔ حالانکہ استلام کعبہ کی جانب بغیر رخ پھیرے محض ایک اشارے سے ہوتا ہے۔ طواف کے دوران عملاً استلام کرنے والوں کی ایک دیوار پٹی پر کھڑی ہو جاتی ہے جس کے باعث طواف بالکل رک جاتا اور رکن یمانی اور رکن حجر اسود کے درمیان ہجوم بالکل پیک ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال کو ختم کرنے کی آسان ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ پٹی کو پانچ چھ فٹ چوڑا کر دیا جائے تاکہ اس پر دیوار کی صورت پیدا نہ ہونے پائے اور طواف کرنے والے اپنا راستہ بنانے میں دشواری محسوس نہ کریں۔

طواف کے دوران ایک غیر معمولی رکاوٹ وہ لوگ پیدا کرتے ہیں جو مقام ابراہیم سے متصل زبردستی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگتے ہیں۔ انھوں نے کتابوں میں پڑھ رکھا ہوتا ہے کہ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرنے سے طواف کی تکمیل ہوتی ہے۔ وہ اس کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ ہجوم کے بے پناہ رش کے باوجود انہیں یہ دو رکعتیں مقام ابراہیم کے عین پیچھے پڑھنی ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ جب ایک شخص نے نماز شروع کر دی تو دو آدمی اس کی حفاظت کے لیے ہجوم کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب یہ تحفظ میسر آ جاتا ہے تو دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں۔ اس طرح بسا اوقات دو تین صفیں بن جاتی ہیں۔ طواف کرنے والے اس صورت حال سے بے خبر ہوتے ہیں۔ کبھی وہ خود گرتے ہیں اور کبھی ان نمازیوں کو گراتے ہیں۔ اس حصے میں بلاوجہ کشمکش اور دھکم پیل کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدام حرم لوگوں کو مسلسل بتاتے ہیں کہ یہ دو رکعت نماز مسجد کے کسی حصے میں بھی ہجوم سے ہٹ کر پڑھی جا سکتی ہے لیکن لوگ ہیں کہ اس مسئلہ کو ذہن سے نکالنے پر آمادہ نہیں ہوتے جو ان کے ذہنوں میں بٹھا دیا گیا ہے۔ اس صورت حال میں حرم شریف کی انتظامیہ کے لیے بالکل مناسب ہو گا کہ وہ مقام ابراہیم کو اس کی موجودہ جگہ سے اٹھا کر آٹھ دس میٹر اور پیچھے لے جا کر نصب کر دے۔ تاریخ میں پہلے بھی مطاف میں وسعت کے لیے یہ اقدام کیا گیا ہے اور اس وقت پھر ضرورت ہے کہ طواف کی اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے یہ تبدیلی عمل میں لائی جائے۔

حرم شریف بے حد وسیع عمارت ہے۔ کچھ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ مسجد میں نماز کے لیے جائیں تو زیادہ آگے نہ بیٹھیں تاکہ نماز کے اختتام پر فی الفور مسجد سے نکلنا ممکن ہو سکے۔ یہ لوگ حرم شریف کے دروازوں کے اندر داخل ہوتے ہی بیٹھ جاتے اور بعد میں آنے والوں کے لیے بے پناہ رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں حالانکہ آگے صفیں خالی ہوتی ہیں۔ دروازوں کے اندر راستوں کو کھلا رکھنا انتظامیہ کا کام ہے۔ اس مقصد کے لیے دروازوں پر تعینات آدمی بالکل ناکافی تھے۔ موسم حج میں یہ نفری زیادہ ہونی چاہیے تاکہ نماز کے وقت تک راستے اندر تک کھلے رہیں اور نمازی ان پر بیٹھنے نہ پائیں۔

حرم کی انتظامیہ کی اس بات کی حکمت سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ حجر اسود کے بوسہ کے لیے قطار بنوانے کا طریقہ کیوں استعمال نہیں کرتی۔ ہر حاجی کی خواہش بلکہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنے زمانہ قیام کے دوران کم از کم ایک مرتبہ حجر اسود کا بوسہ لے لے۔ لیکن وہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس تمنا کے بر آنے کے لیے نہ صرف زور بازو کی ضرورت ہے بلکہ زور بازو کو استعمال کرنا بھی ضروری ہے۔ حجاج کی بڑی تعداد میں یہ زور ہوتا ہی نہیں' اگر ہوتا ہے تو عین بیت اللہ کے سائے میں کچھ لوگ اس کا استعمال جائز نہیں سمجھتے۔ لہذا حجر اسود پر زور آوروں کا قبضہ رہتا ہے۔ وہ ایک غیر معمولی مقابلہ' جس میں کپڑے پھٹ سکتے اور ذاتی اشیاء بکھر سکتی ہیں' کے بعد بوسہ لیتے ہیں اور برابر لیتے رہتے ہیں۔ یہ طرز عمل کسی بھی سنجیدہ انسان کو

زیب نہیں دیتا۔ حرم شریف میں ہر شخص کا رویہ باوقار اور طمانیت والا ہونا چاہیے۔ حجاج کو قطار بنانے پر مجبور کرنے کے لیے حجر اسود کے سامنے کی جانب مضبوط پائپوں کا ایک جنگلہ لگانا کافی ہے تاکہ سامنے سے کوئی حملہ آور نہ ہو سکے۔ جنگلے کے اندر داخلہ کے مقام پر دو سپاہی ڈیوٹی دیں اور لوگوں کو اس کے اندر قطار بنا کر داخل کریں۔ اس انتظام سے نہ صرف ہر طرح کے حاجیوں کی تمنا بر آنے کا امکان پیدا ہو جائے گا بلکہ اس سے کہیں زیادہ تعداد حجر اسود کا بوسہ لے سکے گی جتنی اب لیتی ہے۔

اپنے ماحول سے نکل کر ایک نئے ماحول میں پہنچنے والے حجاج کے لیے معلم یا مطوف کے ادارہ کا رول خاصا اہم ہے۔ وہ ان کے لیے پہلے سے رہائش اور ٹرانسپورٹ کا انتظام کرتا اور ان کے جدہ اترنے کے بعد ان کے معاملات کو ہاتھ میں لیتا ہے۔ منیٰ اور عرفات میں ان کے لیے خیمے مہیا کرنا' رہائش کی تمام سہولتیں فراہم کرنا' مدینہ منورہ لے جانا' وہاں قیام کا بندوبست کرنا اور واپس مکہ پہنچانا اس کے فرائض میں شامل ہے۔ یہ تمام کام اگر ہر شخص کو انفرادی طور پر کرنے پڑیں تو وہ انہی میں الجھا رہے اور عبادات کے لیے یکسوئی حاصل نہ کر سکے۔ یہ دیکھا گیا کہ معلم کا ادارہ وہ کام تو بڑی مستعدی سے کرتا ہے جن کے لیے یہ حکومت کے سامنے جوابدہ ہے لیکن ان کاموں سے پہلو تہی کرتا ہے جن کا تعلق صرف حجاج سے ہو اور ان میں حکومت کا دخل نہ ہو۔ عملاً یہ ہو رہا ہے کہ مطوفین اپنے اپنے کوٹہ کے مطابق حجاج کی ایک بڑی تعداد حاصل تو کر لیتے ہیں لیکن عمومی انتظامات کے علاوہ نہ ان کو کوئی سہولت پہنچاتے اور نہ ان سے رابطہ رکھتے ہیں۔ ایام حج میں ٹرانسپورٹ کا انتظام اتنا ناقص تھا کہ عرفات سے کئی لوگ رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد پرائیویٹ گاڑیوں کو بھاری کرائے ادا کر کے نکل سکے لیکن معلم کی گاڑیاں میسر نہ تھیں۔ اسی طرح مزدلفہ سے منیٰ لانے کا ان کے لیے کوئی انتظام نہ تھا۔ حالانکہ معلم حضرات اس مرتبہ 150 ریال فی کس ایام حج میں ٹرانسپورٹ کی مد میں وصول کر چکے تھے۔ پہلے یہ رقم مکہ جا کر معلم کے پاس جمع کرائی جاتی تھی اور بہت سے لوگ چونکہ معلموں کی کارگزاری کا علم رکھتے ہیں اس لیے وہ منیٰ و عرفات جانے کے لیے خود انتظام کرنے کو ترجیح دیتے اور معلم کی سہولت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس مرتبہ معلوم نہیں حکومت پاکستان نے کیوں یہ رقم خود ہی کاٹ کر معلموں کے حوالہ کر دی جبکہ اس بات کا اہتمام نہیں کیا گیا کہ وہ معلم حجاج کو ٹرانسپورٹ لازماً مہیا کریں۔

منیٰ میں جب آتش زدگی کا واقعہ پیش آیا تو معلم کے نمائندے کہیں نظر نہیں آتے تھے حالانکہ میرا مکتب آگ کے موقع سے خاصا دور تھا اور اس کی جانب آگ بڑھ بھی نہیں رہی تھی۔ مکتب کو خالی کرنے کی باقاعدہ ہدایت نہ دی گئی بلکہ خیمے گرا دینے پر اکتفا کی گئی اور لوگوں نے معاملہ کو سمجھتے ہوئے خود ہی مکتب خالی کر دیا۔ ہماری طرف آگ کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے کھلا میدان جمرات کا نواح تھا۔ تقریباً

بقیہ صفحہ 18 پر

تدبر قرآن

خالد مسعود

تفسیر سورہ حج

شروع خدائے رحمان و رحیم کے نام سے

اے لوگو! اپنے خداوند سے ڈرو۔ بے شک قیامت کی اتھل پتھل بڑی ہی ہولناک چیز ہے ○ جس دن تم اسے دیکھو گے اس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہے ہی بڑی ہولناک چیز ○[1] 2

اور لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بغیر کسی علم کے خدا کی توحید کے باب میں کٹ حجتی کرتے اور ہر سرکش شیطان خبیث کی پیروی کرتے ہیں ○ جس کی یہ ڈیوٹی ہی مقرر ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اس کو گمراہ کر کے رہے گا[2] اور اس کی رہنمائی وہ عذاب دوزخ کی طرف کرے گا ○ 4

اے لوگو! اگر تم دوبارہ جی اٹھنے کے باب میں شبہ میں ہو تو دیکھو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر منی کے ایک قطرے سے' پھر ایک جنین سے' پھر ایک لوتھڑے سے' کوئی کامل ہوتا ہے اور کوئی ناقص۔ ایسا ہم نے اس لیے کیا تاکہ تم پر اپنی قدرت و حکمت اچھی طرح واضح کر دیں[3] اور ہم رحموں میں ٹھہرا دیتے ہیں جو چاہتے ہیں ایک مدت معین کے لیے۔ پھر ہم تم کو ایک بچہ کی شکل میں برآمد کرتے ہیں' پھر ایک وقت دیتے ہیں کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے بعض پہلے ہی مر جاتے ہیں اور بعض بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچتے ہیں تاآنکہ وہ کچھ جاننے کے بعد کچھ بھی نہیں جانتے[4]

اور تم زمین کو بالکل خشک دیکھتے ہو تو جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ لہریں لینے لگتی اور ابھتی ہے اور طرح طرح کی خوش نما چیزیں اگاتی ہے ○ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اللہ ہی پروردگار حقیقی ہے۔ اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور قیامت آ کے رہے گی' اس کے آنے میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ ان سب کو ایک دن زندہ کر کے اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں ○[5] 7

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو بغیر کسی علم' بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے' تکبر سے اینٹھتے ہوئے' حجتیں کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے برگشتہ کریں۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم قیامت کے دن ان کو آگ کا عذاب چکھائیں گے ○[6] کہ یہ ہے تیرے اپنے ہی ہاتھوں کی کرتوت اور اللہ اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ○ 10

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی بندگی ایک کنارے پر کھڑے ہوئے کرتے ہیں۔ اگر ان کو

کوئی فائدہ پہنچا تب تو ان کا دل خدا پر جمتا ہے اور اگر کوئی آزمائش پیش آگئی تو اوندھے ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔[7] کھلا ہوا خسارہ درحقیقت یہی ہے ○ یہ خدا کے سوا ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نقصان پہنچا سکیں اور نہ کوئی نفع پہنچا پائیں۔ یہی بڑی دور کی گمراہی ہے ○ وہ ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جن کا ضرر ان کے نفع سے قریب تر ہے۔ کیا ہی برے ہیں ان کے یہ مرجع اور کیا ہی برے ہیں ان کے یہ ساتھی[8] ○ بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ بے شک اللہ جو چاہے گا کر ڈالے گا ○14

جو یہ گمان رکھتا ہو کہ خدا دنیا اور آخرت میں اس کی مدد نہیں کرے گا تو وہ آسمان تک ایک رسی تانے اور پھر اپنے معاملہ کا فیصلہ کر ڈالے اور دیکھے کہ کیا اس کی یہ تدبیر اس کے غم کو دور کرنے والی بنتی ہے[9] ○ اور ہم نے اسی طرح اس قرآن کو نہایت واضح دلیلوں کی صورت میں اتارا ہے کہ لوگ ہدایت حاصل کریں اور بے شک اللہ ہی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ○

جو لوگ ایمان لائے، جنھوں نے یہودیت اختیار کی اور صابئین، نصاریٰ، مجوس اور جنھوں نے شرک کیا، اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔[10] بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ ○17

کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی کے آگے جھکتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت اور چوپائے اور لوگوں میں سے بہتیرے۔ اور بہتیرے ایسے ہیں جن پر خدا کا عذاب لازم ہو چکا ہے۔ اور جن کو خدا ذلیل کر دے تو ان کو کوئی دوسرا عزت دینے والا نہیں بن سکتا۔[11] بے شک اللہ ہی کرتا ہے جو چاہتا ہے ○18

یہ دو فریق ہیں[12] جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں اختلاف کیا تو جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے جامے تراشے جائیں گے۔ ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا پانی بہایا جائے گا ○ اس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے سب پگھل جائے گا اور ان کی کھالیں بھی ○ اور ان کی سرکوبی کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے ○ جب جب وہ اس کے کسی عذاب سے نکلنے کی کوشش کریں گے اسی میں دھکیلے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کا عذاب[13] ○21

ہاں، اللہ ان لوگوں کو، جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کیے، ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا پہناوا یکسر ریشم ہو گا[14] اور ان کی رہنمائی پاکیزہ کلمہ حمد کی طرف اور ان کی رہنمائی خدائے حمید کی راہ کی طرف ہو گی[15] ○24

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ اور اس مسجد حرام سے روکتے ہیں[16]

جس کو ہم نے لوگوں کے لیے یکساں بنایا، خواہ وہ اس کے شہری ہوں یا آفاقی[17] (تو انھوں نے بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کیا) اور جو اس میں کسی بے دینی، کسی شرک کے ارتکاب کا ارادہ کریں گے تو ہم ان کو ایک عذاب دردناک کا مزا چکھائیں گے ○25

اور یاد کرو، جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے ٹھکانا بنایا بیت اللہ کی جگہ کو، اس ہدایت کے ساتھ کہ کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھیو[18] ○ اور لوگوں میں حج کی منادی کرو، وہ تمھارے پاس آئیں گے پیادہ بھی اور نہایت لاغر اونٹنیوں پر بھی، جو پہنچیں گی دور دراز گہرے پہاڑی رستوں سے ○ تاکہ لوگ اپنی منفعت کی جگھوں پر بھی پہنچیں اور چند خاص دنوں میں، ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔ پس اس میں سے کھاؤ اور فاقہ کش فقیروں کو کھلاؤ ○ پھر وہ اپنے میل کچیل دور کریں، اپنی نذریں پوری کریں اور بیت قدیم کا طواف کریں[19] ○29

ان امور کا اہتمام رکھو! اور جو حرمات الٰہی کی تعظیم کرے گا تو اس کے رب کے نزدیک یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور تمھارے لیے چوپائے حلال ٹھہرائے گئے ہیں۔ بجز ان کے جو تمھیں پڑھ کر سنا دیے گئے ہیں تو بتوں کی گندگی سے اجتناب رکھو اور جھوٹ بات سے بچو ○ اللہ ہی کی طرف یکسو رہو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ[20]۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ وہ آسمان سے گرے اور چڑیاں اس کو اچک لیں یا ہوا اس کو کسی دور دراز جگہ میں لے جا پھینکے[21] ○ ان امور کا اہتمام رکھو! اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یاد رکھے کہ یہ چیز دل کے تقویٰ سے تعلق رکھنے والی ہے[22] ○ اور تمھارے لیے ان ہدی کے جانوروں میں ایک خاص وقت تک مختلف قسم کی منفعتیں ہیں، پھر ان کو قربانی کے لیے قدیم گھر کی طرف لے جانا ہے ○33

اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مشروع کی تاکہ اللہ نے ان کو جو چوپائے بخشے ہیں ان پر وہ اس کا نام لیں۔ پس تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اپنے آپ کو اسی کے حوالہ کرو۔ اور خوش خبری دو ان کو جن کے دل خدا کے آگے جھکے ہوئے ہیں[23] ○ جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر آتا ہے ان کے دل دہل جاتے، ان کو جو مصیبت پہنچتی ہے اس پر صبر کرنے والے، نماز کا اہتمام رکھنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو بخشا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ○35

اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمھارے لیے شعائر الٰہی میں سے ٹھہرایا ہے۔ تمھارے لیے ان میں بڑے خیر ہیں تو ان پر اللہ کا نام لو ان کو صف بستہ کر کے[24]۔ پس جب وہ اپنے پہلوؤں پر گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور کھلاؤ قانع محتاجوں اور سائلوں کو۔ اسی طرح ہم نے ان کو تمھاری خدمت میں لگا دیا ہے تاکہ تم خدا کے شکر گزار رہو ○ اور اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون بلکہ اس کو صرف

تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے[25]- اسی طرح ہم نے ان کو تمھاری خدمت میں لگا دیا ہے تاکہ تم اللہ کی ہدایت بخشی پر اس کی تعظیم بجالاؤ- اور خوب کاروں کو خوش خبری سنادو ○37

بے شک اللہ مدافعت کرے گا ان لوگوں کی جو ایمان لائے- اللہ ہرگز بدعہدوں اور ناشکروں کو پسند نہیں کرتا ○ جن سے جنگ کی جائے ان کو جنگ کرنے کی اجازت دی گئی بوجہ اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر پوری طرح قادر ہے[26] ○ جو مظلوم اپنے گھروں سے بے قصور محض اس جرم پر نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے- اور اگر اللہ لوگوں کو' ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو تمام خانقاہیں' گرجے' کنیسے اور مسجدیں' جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے' ڈھائے جا چکے ہوتے[27]- اور بے شک اللہ ان لوگوں کی مدد فرمائے گا جو اس کی مدد کے لیے اٹھیں گے- بے شک اللہ قوی اور غالب ہے ○ یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو سرزمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز کا اہتمام کریں گے' زکوٰۃ ادا کریں گے' معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے- اور انجام کار کا معاملہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے[28] ○41

اور اگر یہ لوگ تمھاری تکذیب کر رہے ہیں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے- ان سے پہلے قوم نوح' عاد' ثمود ○ قوم ابراہیم' قوم لوط ○ اور مدین کے لوگ بھی تکذیب کر چکے ہیں- اور موسیٰ کی بھی تکذیب کی گئی تو میں نے ان کافروں کو کچھ ڈھیل دی' پھر ان کو دھر لیا تو دیکھو' کیسی ہوئی میری پھٹکار ○ اور کتنی ہی بستیاں ہیں' جن کو ان کے ظلم کی حالت میں ہم نے ہلاک کر دیا تو وہ اپنی چھتوں پر ڈھئی پڑی ہیں اور کتنے ناکارہ کنوئیں اور کتنے پختہ محل ہیں جو ویران پڑے ہوئے ہیں[29] ○ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے کہ وہ ان سے سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہو جاتے کہ وہ ان سے سنتے کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں ○46

اور یہ لوگ تم سے عذاب کے لیے جلدی مچائے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ اپنے وعدے کی ہرگز خلاف ورزی کرنے والا نہیں ہے- اور تمھارے رب کے ہاں کا ایک دن تمھارے شمار کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی طرح کا ہوتا ہے[30] ○ اور کتنی ہی بستیاں ہیں' جن کو ان کے ظلم کے باوجود میں نے ڈھیل دی' پھر ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف سب کی واپسی ہے ○48

کہہ دو' اے لوگو! میں تو تمھارے لیے بس ایک کھلا ہوا آگاہی پہنچانے والا ہوں ○ تو جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے مغفرت اور باعزت روزی ہے ○ اور جن کی تگ و دو ہماری آیات کی مخالفت کی راہ میں ہے وہی دوزخ والے ہیں ○51

اور ہم نے تم سے پہلے جو رسول اور نبی بھی بھیجا تو جب بھی اس نے کوئی ارمان کیا تو شیطان نے اس کی راہ میں اڑنگے ڈالے- پس اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں کو' پھر اللہ اپنی باتوں کو

قرار بخشتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے[31] ○ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں کو ان لوگوں کے لیے فتنہ بنائے جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو سخت دل ہیں اور بے شک یہ ظالم اپنی مخاصمت میں بہت دور نکل گئے ہیں ○ اور ایسا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ وہ لوگ جن کو علم عطا ہوا ہے اچھی طرح جان لیں کہ یہی تیرے رب کی جانب سے حق ہے پس ان کے ایمان اس پر پختہ ہوں اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں اور اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں ضرور صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے گا[32] ○54

اور یہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے برابر اس کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آ دھمکے یا ایک منحوس دن کا عذاب آ جائے ○ اس دن سارا اختیار اللہ ہی کو حاصل ہو گا- وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا- تو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور جنھوں نے عمل صالح کیے ہوں گے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے ○ اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ○57

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کر دیے گئے یا مر گئے تو اللہ ان کو اچھے رزق حسن سے نوازے گا- اور بے شک اللہ ہی ہے جو بہترین رزق دینے والا ہے ○ وہ ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جس سے وہ راضی و مطمئن ہوں گے اور بے شک اللہ علیم و حلیم ہے ○59

یہ بات سن لی اور مزید یہ کہ جس نے ویسا ہی بدلہ دیا جیسا کہ اس کے ساتھ کیا گیا' پھر اس پر تعدی کی گئی تو اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا[33]- بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ○60

یہ اس وجہ سے ہو گا کہ اللہ ہی ہے جو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ○ یہ اس وجہ سے بھی ہو گا کہ اللہ ہی معبود حقیقی ہے اور جن چیزوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں سب باطل ہیں- اور بے شک اللہ ہی ہے جو برتر اور عظیم ہے[34] 62

دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں سے پانی برساتا ہے تو زمین اس سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے- بے شک اللہ بڑا ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے ○ اسی کے اختیار میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی ہے جو بے نیاز اور سزاوار حمد ہے ○64

دیکھتے نہیں کہ اللہ نے تمھاری نفع رسائی میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو بھی' وہ چلتی ہے سمندر میں اس کے حکم سے اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ مبادا وہ زمین پر گر پڑے' مگر یہ کہ اس کے حکم سے- بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بڑا ہی مہربان اور بڑا ہی رحیم ہے[35] ○ اور وہی ہے جس نے تمھیں زندگی بخشی' پھر وہ تم کو موت دیتا ہے' پھر وہ تم کو زندہ کرے گا- بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ○66

اور ہم نے ہر امت کے واسطے ایک طریقہ ٹھہرا دیا ہے تو وہ اسی پر چلیں گے۔ تو وہ اس معاملے میں تم سے نزاع کی راہ نہ پائیں اور اپنے رب کی طرف بلاتے رہو۔ بے شک تم ہی سیدھی راہ پر ہو ○ اور اگر وہ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو ○ اللہ فیصلہ کرے گا تمھارے درمیان قیامت کے دن اس چیز کا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو[36] ○ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ اس کو جانتا ہے۔ یہ سب چیزیں ایک رجسٹر میں درج ہیں۔ بے شک یہ اللہ کے لیے نہایت ہی آسان ہے ○70

اور یہ اللہ کے ماسوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جن کے حق میں خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور نہ ان کے بارے میں ان کو کوئی علم ہی ہے۔ اور ان ظالموں کا کوئی مددگار بننے والا نہیں ہے ○ اور جب ہماری واضح آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں پر ناگواری پاتے ہو۔ گویا یہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں گے جو ان کو ہماری آیات پڑھ کر سنا رہے ہیں[37]۔ ان سے کہو کہ کیا میں تمھیں اس سے بڑھ کر ناگوار چیز کی خبر نہ سناؤں؟ وہ ہے دوزخ! اس کا اللہ نے ان لوگوں کے لیے وعدہ کر رکھا ہے۔ جنھوں نے کفر کیا ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○72

اے لوگو! ایک تمثیل بیان کی جاتی ہے تو اس کو توجہ سے سنو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا کر سکنے پر قادر نہیں ہیں اگرچہ وہ اس کے لیے سب مل کر کوشش کریں۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اس سے اس کو بچا بھی نہیں پائیں گے۔ طالب اور مطلوب دونوں ہی ناتوان ○ انھوں نے اللہ کی، جیسا کہ اس کا حق ہے، قدر نہیں پہچانی! بے شک اللہ قوی اور غالب ہے[38] ○ 74

اللہ فرشتوں میں سے اپنے پیغامبر چنتا ہے جس طرح انسانوں میں سے چنتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ○ وہ جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے سب کو جانتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹتے ہیں ○76

اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ اور اپنے رب کی بندگی کرتے رہو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ فلاح پاؤ ○ اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اسی نے تم کو برگزیدہ کیا اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ تمھارے باپ --- ابراہیمؑ --- کی ملت کو تمھارے لیے پسند فرمایا۔ اسی نے تمھارا نام مسلم رکھا اس سے پہلے۔ اور اس قرآن میں بھی تمھارا نام مسلم ہے۔ تاکہ رسول تم پر اللہ کے دین کی گواہی دے اور تم دوسرے لوگوں پر اس کی گواہی دو۔ اور نماز کا اہتمام رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط پکڑو۔ وہی تمھارا مرجع ہے اور کیا ہی خوب مرجع اور کیا ہی خوب مددگار ہے[40] ○78

حاشیہ سورہ حج

مضمون: قریش ابراہیم کی تعلیمات اور بیت اللہ کے حقوق کو نظر انداز کرنے کے مجرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بیت اللہ سے بے دخل کرکے اہل ایمان کو توحید کے اس مرکز کا امین و متولی بنائے گا۔

1۔ قریش کے سرکش لیڈر جو قیامت کی تکذیب کر رہے تھے اور عذاب کے لیے جلدی مچا رہے تھے، یہ ان کے لیے قیامت کی ہولناکی کی تصویر کھینچی ہے کہ اس دن نفسی نفسی کا عالم ہو گا اور لوگ دہشت زدہ ہو کر اپنے عزیز از جان رشتوں سے بھی جان چھڑائیں گے۔

2۔ شیطان سے مراد ائمہ ضلالت ہیں جو ظاہر تو ہوتے ہیں ہمیشہ خیرخواہ، ناصح، ہمدرد اور بہی خواہ قوم و وطن کے بھیس میں لیکن درحقیقت وہ نہایت ہی خبیث و شریر اور لاخیرے ہوتے ہیں اور خدا کے بندوں کو گمراہ کرکے جہنم کا فرزند بنا دیتے ہیں۔

3۔ مطلب یہ ہے کہ خدا انسان کو وجود میں لانے کے لیے ان تمام مراحل اور اس سارے اہتمام کا محتاج نہیں تھا۔ لیکن اس نے چاہا کہ انسان کی خود اپنی خلقت اس کے لیے خالق کی قدرت، حکمت اور ربوبیت کی ایک درس گاہ بن جائے اور خود اس کا وجود شہادت دے کہ اس کی خلقت کے پیچھے ایک علیم ہستی ہے جو لازماً تصور میں آکر رہے گی اور خالق کے لیے اس کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرنا نہایت آسان ہے۔

4۔ انسان چاہے سقراط و بقراط ہی کیوں نہ بن جائے۔ وہ علم کے سمندر میں سے بس ایک قطرہ ہی پانے کا ظرف رکھتا ہے اور اس علم کا بھی یہ حال ہے کہ عمر کے آخری مرحلے میں وہ بھی سلب ہو جاتا ہے۔

5۔ شروع سورہ سے جو کچھ بیان ہوا اس سے حاصل شدہ نتائج یہاں یکجا کرکے بیان کر دیے گئے ہیں۔

6۔ جب بحث کا تعلق دلیل کے بجائے مجرد آباء و اجداد کی اندھی تقلید سے رہ جائے تو ایسے آدمی کے سامنے ساری منطق بیکار ہو کے رہ جاتی ہے۔ اس وجہ سے قرآن نے بے دلیل حجت بازی کو کبر و غرور قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ اس کے مرتکب دنیا میں شکست اور ذلت سے دوچار ہوں گے اور آخرت میں جہنم کے سزاوار ٹھہریں گے۔

7۔ یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو بیک وقت اللہ اور غیر اللہ، حق اور باطل دونوں سے تعلق رکھنا چاہتے تھے اور اپنی مصلحت اور مفاد کو دیکھ کر جس طرف فائدہ نظر آتا ان کے ساتھی بن جاتے۔ یہ منافقانہ کردار اپنی حقیقت کے اعتبار سے شرک ہے۔ آج ہم بھی اسی طرح دور دور سے خدا کی بندگی کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کو خدا کی کتاب بھی مانتے ہیں لیکن تہذیب و معاشرت، معیشت و سیاست اور قانون ہر شعبہ زندگی میں پیروی دوسروں کی کرتے ہیں۔ اس کردار کے لوگوں کے لیے خبر دی ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد کرتے ہیں۔

8۔ خدا کے سوا کسی کو نافع و ضار مان کر پکارنا، دعا، فریاد، طلب مدد اور طلب رحم کے لیے ہو، شرک ہے۔ ہر حال میں بندے کا اعتماد اللہ واحد ہی پر ہونا چاہیے نہ کہ اس سے مایوس ہو کر دوسروں پر۔ فرمایا کیا ہی برے ہیں ایسے شرکاء و شفعاء جن کو خدا کے سوا مرجع اور کارساز بنایا گیا اور وہ بھی جنھوں نے ان کو مرجع بنانے کی یہ حرکت کی۔

9۔ یعنی جو بدبخت خدا سے مایوس اور بدگمان ہوتا ہے کہ وہ اس کی مدد نہیں کرے گا اور اس بدگمانی میں مبتلا ہو کر دوسروں کو اپنا مولیٰ و مرجع بناتا ہے وہ جو چاہے کر دیکھے، وہ آسمان میں تھگلی لگائے اور اپنا پورا زور لگا کر اپنے معاملہ کا فیصلہ کرے اور غم اور پریشانی کو اگر دور کر سکتا ہے تو دور کرے تو اس کی یہ سعی لاحاصل رہے گی کیونکہ انسان کا حقیقی سہارا خدا اور صرف خدا ہے۔ انسانی فطرت کی پیاس ہر جوہڑ کے پانی سے نہیں بجھ سکتی، وہ صرف ایمان کے حوض کوثر سے ہی بجھتی ہے۔

10۔ توحید و شرک کی بحث اصل میں تو مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان تھی لیکن آہستہ آہستہ اس میں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی فریق بن گئے۔ ان کی ہمدردیاں مشرکین کے ساتھ تھیں۔ فرمایا کہ ان تمام گروہوں کا قضیہ قیامت کے دن خدا کی عدالت میں پیش ہو گا۔ اور یہ اپنی سرگرمیوں کے نتائج بھگتیں گے۔

11۔ یعنی انسان کا اصلی شرف توحید پر ایمان ہے۔ اگر وہ اپنے کو اس شرف سے محروم کر دے تو وہ پوری کائنات سے بے جوڑ ہو کر رہ جاتا اور اپنے سے فروتر مخلوقات کے آگے جھکنے لگتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کا عذاب واجب ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنے کو بھی ذلیل کیا اور اپنے رب کی بھی نہایت تحقیر کی۔

12۔ یعنی ایک مومن و موحد مسلمان اور دوسرے مشرکین اور ان کے ہمنوا' خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا دوسرے مذاہب کے لوگ۔

13۔ وہاں دوزخ سے بھاگ نکلنے کا تو کوئی تصور بھی نہ کر سکے گا لیکن اگر ایک آفت کی شدت سے گھبرا کر کسی دوسری کم تر آفت کی پناہ بھی ڈھونڈنا چاہے گا تو اس کا بھی کوئی امکان نہ ہو گا۔

14۔ جنت کی ان نعمتوں کی اصل حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ان کو مخاطب کے ذہن سے قریب لانے کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان کی تعبیر تنعم و رفاہیت کے ان حوالوں سے کی جائے جن سے مخاطب مانوس ہوں۔ اہل عرب مصریوں اور ایرانیوں کے تمدن سے متاثر تھے اور ان کے امرا سونے کے کنگن' موتیوں کے ہار اور ریشم کا لباس فارغ البالی کے اظہار کے لیے پہنتے تھے۔ یہی تعبیر موقف حق پر ڈٹ جانے والے مومنین کے نیک انجام کے لیے اختیار کی گئی۔

15۔ یعنی ملائکہ کی ایک جماعت کے ذریعہ سے ان کی رہنمائی اس شاہراہ کی طرف کی جائے گی جو ان کو اس قیام گاہ تک پہنچائے گی جو خدائے حمید نے ان کے قیام کے لیے پسند فرمائی ہے۔

16۔ قرآن کی دعوت توحید اور ابطال شرک کی مہم سے قریش کی اس سیادت و قیادت پر ضرب پڑتی تھی جو ان کو حرم کی بدولت حاصل تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کو حرم کی حاضری سے محروم کر دیا اور خم ٹھونک کر قرآن کی دعوت کے مقابلہ پر اتر آئے۔ چنانچہ آگے کی آیات میں بیت اللہ کی تعمیر کے اصل مقصد کو واضح کیا ہے۔

17۔ یعنی اس گھر پر کسی خاص خاندان کا اجارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں حدود حرم کے متعین اور باہر سے آنے والوں کے حقوق یکساں رکھے ہیں۔ اہل مکہ کی حیثیت بیت اللہ کے خدمت گزاروں کی ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اس کو شرک و بدعت کے ہر شائبہ سے پاک و صاف رکھیں۔

اس سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ اس گھر کی حفاظت و صیانت کی ذمہ داری صرف عربوں کی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کی ہے۔ حرم پاک امت مسلمہ کا دل ہے۔ اس کی صلاح تمام امت کی صلاح اور اس کا فساد پوری ملت کا فساد ہے۔

18۔ بیت اللہ کی یہ تاریخ بیان کرنے کا مقصد قریش پر اچھی طرح واضح کرنا ہے کہ جن مقاصد کے لیے اللہ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے یہ گھر تعمیر کرایا تھا وہ سارے ہی مقاصد انھوں نے برباد کر کے رکھ دیے ہیں۔ اس وجہ سے یہ سزاوار ہیں کہ اب یہاں سے بے دخل ہوں اور وہ لوگ اس کے ذمہ دار بنائے جائیں جو اس عظیم امانت الٰہی کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

19۔ حج کے مہینے اہل عرب کی تجارتی سرگرمیوں کے لیے بھی موسم بہار کا حکم رکھتے تھے۔ منفعت کی جگہوں کا حوالہ اسی اعتبار سے دیا ہے۔ حج کے اصل مقاصد کے ساتھ ساتھ جائز دنیاوی منافع حاصل کرنے کی دین میں ممانعت نہیں ہے۔ میل کچیل دور کرنے سے حج کے آخری مراسم کی ادائیگی کی طرف اشارہ ہے یعنی احرام کی پابندیوں سے نکلنا' حجامت بنوانا' نہا دھو کر کپڑے بدلنا اور اگر کوئی قربانی نذر مانی ہے تو اس کو پورا کرنا۔

20۔ یعنی بتوں کے تعلق سے شرک کی جو گندگی تم نے اپنے اوپر لاد رکھی ہے اس سے بچو اور اپنے جی سے چیزوں کو حرام یا حلال ٹھہرانے سے اجتناب کرو۔ تم اس کو مذہبی تقدس کا درجہ دینے کے لیے منسوب خدا کی طرف کرتے ہو لیکن یہ نہایت سنگین جھوٹ اور اللہ جل شانہ پر افترا ہے۔ حج کے تمام مناسک کی ادائیگی شرک کے ہر شائبہ سے پاک ہونی چاہیے۔ حرمات الٰہی میں حرم' اشہر حرم' مسجد حرام' ہدی کے جانور وغیرہ سب شامل ہیں۔

21۔ شرک کی اس تمثیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک مشرک اپنے اصل مرکز سے کٹ جاتا ہے۔ چنانچہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس شیطان کے ہتھے چڑھ جائے اور وہ اس کو کس پستی میں جا گرائے۔ شرک کی آمیزش کے بعد نیکی کا کام بھی باطل ہو جاتا ہے۔

22۔ یعنی اللہ کے مقرر کیے ہوئے شعائر کی تعظیم کا حق محض ظاہر داری سے ادا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے دل کا تقویٰ مطلوب ہے۔

23۔ یعنی تمام ادیان الٰہی میں قربانی شریعت کا جزو رہی ہے اور اس کی اصل روح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور اس کی بخشی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ اس میں اگر کسی غیر اللہ کو شریک بنایا گیا ہے تو یہ بدعت کی پیدا کی ہوئی ضلالت ہے۔ اللہ کے دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

24۔ اونٹوں کی قربانی کا الگ ذکر اس وجہ سے کیا گیا کہ اونٹ اہل عرب کے محبوب چوپایوں میں سے تھا جس کے اندر ان کے لیے بڑی برکتیں اور فوائد تھے اور اللہ تعالیٰ کو قربانی اسی جانور کی پسند ہے جو عزیز و محبوب ہو۔ اس ذکر کا دوسرا سبب یہود کے پھیلائے ہوئے اس وہم کو دور کرنا تھا کہ اونٹ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرام قرار دیا تھا۔

25۔ مطلب یہ ہے کہ خدا قربانیوں کے گوشت یا خون سے محظوظ نہیں ہوتا بلکہ اس تقویٰ اور عاجزی سے خوشنود ہوتا ہے جو قربانی سے اس کے پیش کرنے والے کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ صفات پیدا نہ ہوں تو قربانی کا کچھ حاصل نہیں۔

26۔ یہ مسلمانوں کو بشارت ہے اس بات کی کہ قریش نے باایمان بندوں پر ظلم ڈھا کر جو ان کو ان کے گھروں سے نکالا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مظلوم بندوں کی مدافعت خود کرے گا۔ ان مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے اٹھیں' اپنی مدافعت میں ہتھیار اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے گا۔

27۔ یہ ہتھیار اٹھانے پر معترض ہونے والوں کو جواب دیا ہے کہ اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں اور اپنے نیک بندوں کو دینی اقدار اور شعائر کی حفاظت کے لیے ہمیشہ جہاد کی ہدایت فرمائی۔ اگر وہ اس کا حکم نہ دیتا تو اشرار و شیاطین ہر مذہب کی عبادت گاہوں کو کب کے ملیا میٹ کر چکے ہوتے۔ لہٰذا قتال کا حکم دینداری کے خلاف نہیں ہے۔

28۔ یہ مسلمانوں کے اقتدار کی پہلی بشارت ہے جس کا آغاز سرزمین حرم سے ہوا۔ اقتدار حاصل ہونے کے بعد مسلمان جن مقاصد کو بروئے کار لائیں گے یہ وہی ہیں جن کے لیے حرم کو مرکز قرار دیا گیا تھا اور جو قریش نے برباد کر دیے تھے۔ یہی فرائض مسلمانوں پر ہر اس سرزمین کے لیے عائد ہوتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ ان کو اقتدار بخشے۔

29۔ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو قومیں اپنے کفران نعمت اور شرک کے سبب سے خود اپنی جانوں پر ڈھاتی ہیں۔ گویا قوموں پر جو تباہی آتی ہے وہ محض اتفاقی حادثہ یا گردش روزگار کے طور پر نہیں آتی بلکہ اس کا ظہور ان کے اخلاق و کردار کے اندر سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے رب کی ناشکری میں مبتلا ہوتی ہیں اور ان کا یہ ظلم ان کے اخلاق و کردار کی چولیں ہلا کر ان کے وجود ہی کو اکھاڑ دیتا ہے۔

30۔ انسان ہر چیز کو اپنے محدود پیمانوں سے ناپتا ہے اس وجہ سے اس کو چند سالوں کی مہلت بہت طویل معلوم ہوتی ہے اور وہ عذاب کی وعید کو ہوائی بات سمجھنے لگتا ہے۔ فرمایا کہ خدا اور اس کی حکومت کے معاملات کو اپنے اوزان اور پیمانوں سے ناپنے اور تولنے کی کوشش نہ کرو۔

31۔ مراد یہ ہے کہ ایک نبی اور رسول کی تمنا اور آرزو تو یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی ہدایت اور اس کی باتیں اتارنے کی کوئی راہ کھلے اور وہ یہ راہ کھولنے کے لیے طرح طرح کے جتن کرتا رہتا ہے۔ لیکن ہمیشہ ہوتا یہ ہے کہ جونہی اس نے ہدایت و اصلاح کے لیے کوئی قدم اٹھایا' کوئی حوصلہ کیا' کوئی دعوت دی تو اشرار و مفسدین اس کی راہ مارنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ حق و باطل کے اس تصادم کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ شیاطین کے اٹھائے ہوئے فتنوں کو تو جھاگ کی طرح بٹھا دیتا ہے اور حق کی باتوں کو دلوں میں جگہ دیتا ہے۔

32۔ یہ حق و باطل کی کشمکش کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ اسی معرکہ آرائی کے نتیجہ میں اہل ایمان کا ایمان پختہ ہوتا اور اسی سے منافقین اور سخت دلوں پر اللہ کی حجت تمام ہوتی ہے۔

33۔ اپنے دین و ایمان کو بچانے کی خاطر ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو بے پایاں انعامات کی بشارت دینے کے بعد یہ ان کو کفار کے خلاف جوابی کارروائی کے طور پر کوئی عاجلانہ قدم اٹھانے سے روکا ہے۔ فرمایا کہ مظلوم مسلمان اگر اپنے جان و مال کی مدافعت میں کفار کی زیادتی کا برابر سرابر کوئی جواب دیں تو ان کو اس کا حق ہے۔ اگر اس کے بعد ان پر مزید تعدی کی گئی تو اللہ تعالیٰ ان سرکشوں کے مقابلہ میں خود تمھاری نصرت فرمائے گا۔

34۔ یہ وعدہ نصرت کی دلیل ہے کہ کائنات میں حقیقی تصرف اللہ کا ہے اور مشرکین کے معبود بے حقیقت' محض وہم کی ایجاد' یکسر فریب اور دھوکا ہیں۔

35۔ یعنی اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اپنی رحمت و نصرت کی گھٹائیں اپنے ان بندوں کے لیے بھیج دے گا' اگرچہ ظاہری حالات کتنے ہی ناسازگار ہوں۔ اس دنیا میں انسان کو جو کچھ حاصل ہے یہ اس کے اپنے بل بوتے پر اور اس کے اپنے علم و سائنس پر مبنی نہیں ہے بلکہ خدا کی رحمت و رافت اور عنایت پر مبنی ہے۔ اس وجہ سے سرکش کفار کو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا کا حکم ہو جائے تو کائنات کی ہر چیز آناً فاناً ان کی بالی اور دشمن ہو سکتی ہے اور وہ اس کا کوئی مداوا نہیں کر سکیں گے۔

36۔ یعنی ہم نے ہر امت کے لیے ایک ضابطہ ٹھہرایا تھا تاکہ وہ اس ضابطہ کے مطابق خدا کی عبادت کریں اور جب خدا اس میں کوئی تبدیلی کرے تو اس کو دل و جان سے قبول کر لیں تاکہ یہ ان کے منصفین اور جامدین میں امتیاز کی کسوٹی ہو۔ پھر نبی ﷺ کو ہدایت دی ہے کہ تمہارے مخالفین جمود اور جاہلی عصبیت کے سبب سے اپنی ڈگر کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے پیچھے زیادہ پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

37۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے شرک کے حق میں دلیل تو رکھتے نہیں لیکن اپنے بے حقیقت معبودوں کے لیے ان کی حمیت کا حال یہ ہے کہ توحید کے حق میں آیات سن کر ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے' چہرے بگڑ جاتے ہیں' بھنویں تن جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیات سنانے والوں پر ابھی پل پڑیں گے۔

38۔ انسان کسی کو معبود مانتا ہے تو اس لیے مانتا ہے کہ اس سے اس کے ضعف و ناتوانی کا مداوا ہوتا ہے لیکن ان نادانوں نے اپنے معبود ان کو بنایا ہے جو ان سے بھی بڑھ کر عاجز اور بے بس ہیں جبکہ خدا ان کے معبودوں کی طرح عاجز نہیں۔ وہ نہایت ہی طاقتور اور غالب ہستی ہے۔

39۔ یعنی ان نادانوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی جو پوجا شروع کر رکھی ہے یہ محض ان کی خدا کی شان سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ فرشتے خدا کے قاصد ہیں جن کا قول و فعل خدا کی نگرانی میں ہوتا ہے۔

40۔ کفار قریش کو غدار اور خائن ثابت کرکے وراثت ابراہیمی اور تولیت بیت اللہ کے لیے ان کو نااہل قرار دینے کے بعد اب یہ مسلمانوں کو خدائے واحد کی عبادت اور اس کی راہ میں جہاد کی تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا کہ اب ملت ابراہیم کے وارث تم ہو' خدا نے تم کو مسلم کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ خدا کے رسول نے جس طرح تم پر حق کی گواہی دی اسی طرح تم خلق پر حق کی گواہی دینے والے بنو۔ اپنے رب کو یاد رکھو' اس کی کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور اس کی مدد و نصرت پر پورا بھروسہ رکھو۔

بقیہ صفحہ 8 سے

چار گھنٹے اس میدان میں گزرے۔ جمرات کے پل کے نیچے حجاج کے قیام کو ناممکن بنانے کے لیے وہاں فوج کا پہرا لگا دیا گیا تھا اور سپاہی کسی شخص کو وہاں گھسنے نہیں دے رہے تھے۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا اور یہ ایک قابل تحسین فیصلہ تھا لیکن آتش زدگی کے دوران لوگوں کا تھوڑی دیر کے لیے پل کے سایہ میں سستانا ایسی چیز نہیں تھی جسے ممنوع سمجھا جاتا۔ عجیب بات ہے کہ حکام اعلیٰ نے چند گھنٹوں کے لیے اس سایہ سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دی اور ایک جم غفیر سہ پہر کی تیز دھوپ میں آگ ٹھنڈی ہونے کا منتظر رہا۔ اس عمل میں تقریباً چار گھنٹے صرف ہوئے۔

مجموعی طور پر سفر حج نہایت خوشگوار اور روح پرور ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کے جاہ و جلال اور عظمتوں کو قائم و دائم رکھے۔ امت مسلمہ کو اس کی بیش از بیش خدمت اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور وہاں حاضر ہونے والے ناچیز بندوں کی عبادات و مناجات کو شرف قبولیت بخشے۔

تدبر حدیث

امین احسن اصلاحی

موزوں پر مسح اور پیشاب کی نجاست کے اد

(صحیح بخاری کی کتاب الوضو کی روایات)

باب 145 المسح علی الخفین

خفین پر مسح کرنا

200۔ حدثنا اصبغ بن الفرج عن ابن وھب قال حدثنی عمرو قال حدثنی ابو النضر عن ابی سلمه بن عبد الرحمن عن عبد الله بن عمر عن سعد بن ابی وقاص عن النبی ﷺ انه مسح علی الخفین وان عبد الله بن عمر سال عمر عن ذالک فقال نعم اذا حدثک شیئا سعد عن النبی ﷺ فلا تسئل عنه غیره وقال موسی بن عقبه اخبرنی ابو النضر ان ابا سلمه اخبره ان سعدا حدثه فقال عمر لعبد الله نحوه۔

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خفین پر مسح کیا۔ عبد اللہ ابن عمرؓ نے عمرؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے اور یہ بھی کہا کہ سعد اگر کوئی روایت نبی ﷺ سے کریں تو کسی دوسرے سے اس کے بارے میں نہ پوچھیں۔

وضاحت:۔ خف سے مراد موزے ہیں۔ خفین چمڑے کے بھی ہوتے تھے اور سوتی کپڑے کے بھی۔ ان کو پہن کر جوتا پہن لیتے تھے۔ کسی شخص نے اگر باوضو ہو کر خفین پہن لیے ہوں تو شریعت میں اس کو رخصت ہے کہ وہ دوبارہ وضو کرتے ہوئے پاؤں دھونے کی بجائے خفین پر مسح کر لے۔ نبی ﷺ سے ان کے اوپر مسح ثابت ہے۔ البتہ فقہاء کا اختلاف اس بارے میں ہے کہ سفر اور حضر میں مسح کی مدت میں فرق ہو گا۔ احناف بعض روایات کی روشنی میں حضر میں یہ مدت چوبیس گھنٹے اور سفر میں تین دن رات قرار دیتے ہیں۔ ہمارے موزے اور جرابیں انہی خفین کے قائم مقام ہیں۔ ان موزوں پر مسح کے بارے میں فقہا نے فرق کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موزے ایسے ہوں کہ جب ان پر گیلا ہاتھ پھیریں اور تری نیچے نہ پہنچنے پائے تب موزے خفین کے حکم میں ہوں گے اور ان پر مسح ہو جائے گا۔ لیکن اگر تری نیچے تک پہنچ جائے تو مسح نہیں ہو گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نزدیک حکم کی علت موزے میں پانی کا انجذاب نہ ہونا ہے۔ میرے نزدیک ایسے تمام معاملات میں علت تیسیر ہے۔ قرآن مجید میں روزوں کے حکم میں فرمایا یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسانی پسند کی ہے نہ کہ زحمت۔ اسی اصول

ہدایت کے تحت دین کے متعدد احکام میں رعایتیں دی گئی ہیں۔ میرے نزدیک موزے پر مسح کے بارے میں بھی اصل علت تیسیر ہے۔ وہ جس طرح سے خفین کے معاملہ میں پائی جاتی ہے اسی طرح سے ہمارے جدید موزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے کو بھی بار بار اتارنے میں زحمت ہے۔ لہٰذا قطع نظر اس کے کہ موزہ موٹا ہے یا پتلا اس پر مسح ہو سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ جو کہا کہ سعد اگر کوئی روایت نبی ﷺ سے کریں تو اس کی مزید تحقیق کے لیے کسی دوسرے سے نہ پوچھا کریں تو بلاشبہ حضرت سعدؓ جیسے قدیم الاسلام صحابی کا یہی مرتبہ ہے۔

201 ۔ حدثنا عمرو بن خالد الحرانی قال حدثنا اللیث عن یحیی بن سعید عن سعد بن ابراہیم عن نافع ابن جبیر عن عروۃ بن المغیرۃ عن ابیه المغیرۃ بن شعبه ؓ عن رسول اللہ ﷺ انه خرج لحاجه فاتبعه المغیرۃ باداوۃ فیها ماء فصب علیه حین فرغ من حاجه فتوضا و مسح علی الخفین

ترجمہ :۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے تو مغیرہ ایک لوٹا لیے آپ کے پیچھے گئے جس میں پانی تھا۔ جب حضور حاجت سے فارغ ہوئے تو مغیرہ نے پانی ڈالا۔ آنحضرتؐ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

202 ۔ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا شیبان عن یحیی عن ابی سلمه عن جعفر بن امیه الضمری ان اباه اخبره انه رای النبی صلی اللہ علیه وسلم یمسح علی الخفین وتابعه حرب وابان عن یحیی۔

ترجمہ :۔ امیہ ضمری نے خبر دی کہ انھوں نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

وضاحت :۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی نئی بات نہیں۔

203 ۔ حدثنا عبدان قال انا عبد اللہ قال اخبرنا الاوزاعی عن یحیی عن ابی سلمه عن جعفر بن عمرو بن امیه۔ عن ابیه قال رایت النبی ﷺ یمسح علی عمامته و خفیه و تابعه معمر عن یحیی عن ابی سلمه عن عمرو قال رایت النبی۔

ترجمہ :۔ جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو اپنے عمامہ پر اور اپنے موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

وضاحت :۔ اس روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے عمامہ پر بھی مسح کرتے تھے یعنی عمامہ اتارتے نہیں تھے۔ اس عمل کی علت بھی رفع زحمت ہے۔

باب 146 ۔ اذا دخل رجلیه وهما طاهرتان

آدمی اپنے پاؤں اپنے موزوں میں اس حال میں داخل کرے جب وہ پاک ہوں۔

204 ۔ حدثنا ابو نعیم قال ثنا زکریا عن عامر عن عروۃ ابن المغیرۃ عن ابیه قال کنت مع النبی ﷺ فی سفر فاهویت لانزع خفیه فقال دعهما فانی ادخلتهما طاهرتین فمسح علیهما۔

ترجمہ :۔ عروہ بن مغیرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا کہ آپ کے موزے اتاروں تو آپؐ نے فرمایا کہ انھیں رہنے دو۔ میں نے (پاؤں) اس حال میں داخل کیے جب وہ دونوں پاک تھے۔ پھر آپؐ نے ان پر مسح کیا۔

وضاحت :۔ ادخلتهما طاهرتین سے ظاہر ہے پاؤں مراد ہیں۔ پاؤں کی پاکی سے شرعی پاکی مراد ہے یا ظاہری۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پاؤں میں کوئی گندگی نہ لگی ہو اور اسی حالت میں آپ نے موزے پہنے ہوں تو ان پر مسح کر سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں' اور یہی عقل کی بات ہے کہ' شرعی طہارت مقصود ہے۔ یعنی اگر آپ نے وضو کر کے موزے پہنے ہیں تو پھر ان پر مسح ہو سکتا ہے۔

باب 147 ۔ من لم یتوضا من لحم الشاۃ والسویق واکل ابوبکر و عمر و عثمان لحما فلم یتوضووا۔

باب ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے بکری کا گوشت اور ستو کھایا اور وضو نہیں کیا۔ اور ابوبکر' عمر اور عثمان نے گوشت کھایا اور وضو نہ کیا۔

205 ۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال انا مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ ﷺ اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضا۔

ترجمہ :۔ عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے بکری کا اگلا دست کھایا' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

وضاحت :۔ معلوم نہیں کہاں سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ گوشت یا ستو وغیرہ کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔ اس بارے میں ایک مذہب یہ ہے کہ وضو کا یہ حکم پہلے تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا۔ یہ توجیہہ کسی عقلی یا نقلی بنیاد پر نہیں ہے۔ عوامی باتیں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ امام صاحب نے باب کے عنوان ہی میں واضح کر دیا کہ ابوبکرؓ' عمرؓ اور عثمانؓ نے گوشت کھایا اور وضو کرنا لازم نہیں سمجھا تو یہ حکم کہاں سے پیدا کر لیا گیا۔

عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے بکری کا گوشت کھایا' پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا مذکورہ عمل خود نبی ﷺ کے عمل کے مطابق تھا۔ غور کریں تو صاف

معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کا محل اور ہے جبکہ وضو کا محل الگ ہے۔ ان دونوں میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا کھانے کے بعد وضو کرنے کی ہدایت ہونے اور بعد میں اس کے منسوخ ہو جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

206 ۔ حدثنا یحیی بن بکیر قال ثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی جعفر بن عمرو بن امیه ان اباه اخبره انه رای النبی ﷺ یحتز من کتف شاة فدعی الی الصلوة فالقی السکین فصلی ولم یتوضاء۔

ترجمہ :۔ جعفر کو ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت ؐ بکری کے شانے کا گوشت کاٹ کر کھا رہے تھے کہ نماز کے لیے بلائے گئے تو آپ ؐ نے چھری ڈال دی اور نماز پڑھائی لیکن وضو نہیں کیا۔

وضاحت :۔ اس روایت سے مسئلہ زیر بحث پر دلیل ملنے کے علاوہ یہ بات بھی سامنے آئی کہ چھری کاٹنے سے آپ کھا سکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے آدمی کریچین نہیں ہو جاتا۔ آنحضرت ؐ کے عمل سے چھری کا استعمال تو ثابت ہو گیا۔ باقی رہ گیا کانٹا تو اس کا کام چیزوں کو اٹھانے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے استعمال کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

باب 148 ۔ من مضمض من السویق ولم یتوضا

باب ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ستو کھا کر کلی تو کی لیکن وضو نہیں کیا۔

207 ۔ حدثنا عبد الله بن یوسف قال انا مالک عن یحیی بن سعید عن بشیر بن یسار مولی بن حارثه ان سوید بن النعمان اخبره انه خرج مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عام خیبر حتی اذا کانوا بالصهباء وهی ادنی خیبر فصلی العصر ثم دعا بالازواد فلم یوت الا بالسویق فامر به فثری فاکل رسول الله ﷺ واکلنا ثم قام الی المغرب فمضمض ومضمضنا ثم صلی ولم یتوضاء۔

ترجمہ :۔ بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ ان کو سوید بن نعمان نے خبر دی کہ جس سال خیبر فتح ہوا وہ آنحضرت ؐ کے ساتھ نکلے۔ جب صہبا میں پہنچے جو خیبر کے نشیب میں ایک مقام ہے تو وہاں آپ ؐ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر کھانے کو کچھ منگوایا تو صرف ستو آیا۔ آپ ؐ نے حکم دیا تو وہ بھگویا گیا۔ پھر آپ ؐ نے بھی کھایا اور ہم نے بھی۔ اس کے بعد آپ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ ؐ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی۔ پھر آپ ؐ نے نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا۔

وضاحت :۔ معلوم ہوا کہ کسی چیز کا کھانا وضو پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ آپ نے کلی کی تو یہ دانتوں وغیرہ کی صفائی کے لیے تھی۔

208 ۔ حدثنا اصبغ قال انا ابن وهب قال اخبرنی عمرو عن کریب عن میمونه ان النبی ﷺ اکل عندها کتفا ثم صلی ولم یتوضاء۔

ترجمہ :۔ ام المومنین حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس بکری کا شانہ کھایا' پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

وضاحت :۔ اس روایت میں بھی مسئلہ زیر بحث کے حق میں دلیل ہے۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بکری کے اگلے دست کا گوشت آنحضرت ؐ کو پسند تھا۔

باب 149 ۔ هل یمضمض من اللبن

کیا آدمی دودھ پینے کے بعد کلی کرے

209 ۔ حدثنا یحیی بن بکیر وقتیبه قالا حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عبید الله بن عبد الله بن عتبه عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ شرب لبنا فمضمض وقال ان له دسما تابعه یونس وصالح بن کیسان عن الزهری۔

ترجمہ :۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا تو کلی کی اور فرمایا کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے۔ اس حدیث کو یونس اور صالح نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔

وضاحت :۔ آنحضرت ؐ منہ اور دانتوں کی صفائی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ چونکہ دودھ منہ میں چکنائی کا اثر چھوڑ دیتا ہے اور کلی کرنے سے دانت اور منہ کی صفائی ہو جاتی ہے لہٰذا آنحضرت ؐ نے اس کا اہتمام کیا۔ تاہم ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔

باب 150 ۔ الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسته والنعستین اوالخفقه وضوءا

باب نیند کے سبب سے وضو کرنے کے بارے میں' اور اس شخص کی دلیل جس نے ایک دو بار اونگھنے یا ایک آدھ جھونکا لینے پر وضو لازم نہیں جانا۔

210 ۔ حدثنا عبد الله بن یوسف قال انا مالک عن هشام عن ابیه عن عائشه ان رسول الله ﷺ قال اذا نعس احدکم وهو یصلی فلیرقد حتی یذهب عنه النوم فان احدکم اذا صلی وهو ناعس لایدری لعله یستغفر فیسب نفسه۔

ترجمہ :۔ عروۃ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو سو رہے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ اس پر سے جاتا رہے کیونکہ اونگھتے ہوئے کوئی نماز پڑھے تو کیا معلوم اپنے لیے مغفرت طلب کرنا چاہتا ہو تو اپنے آپ کو کوسنے لگے۔

211 ۔ حدثنا ابو معمر قال ثنا عبد الوارث قال ثنا ایوب عن ابی قلابه عن انس ؓ عن النبی ﷺ قال اذا نعس فی الصلوة فلینم حتی یعلم ما یقرا۔

ترجمہ :۔ انس ؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نیند میں اونگھنے لگے تو اس کو چاہیے کہ سو جائے یہاں تک کہ جو پڑھے سمجھنے لگے۔

وضاحت :۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ؐ نے یہ ہدایت تہجد کے وقت کے لیے کی ہو گی۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ نیند کے غلبے میں بجائے نماز پڑھنے کے سو رہے۔ ایسا کون غبی ہو گا جس کو دوسرے اوقات میں ایسی نیند آئے کہ اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔ ایسے شخص کو تہجد کے لیے اٹھنے کا ثواب تو مل جائے گا لیکن نیند کے غلبہ کے باوجود نماز پڑھنے کی ضد کی تو ہو سکتا ہے کہ دعا کی بجائے اپنے اوپر لعنت کرنے لگے۔

ان روایات کو باب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باب 151۔ الوضوء من غیر حدث

وضوء بغیر اس کے کہ کوئی ناقض حالت پیش آئے۔

212۔ حدثنا محمد بن یوسف قال ثنا سفیان عن عمرو بن عامر قال سمعت انسا وحدثنا مسدد قال ثنا یحیی عن سفیان قال حدثنی عمرو بن عامر عن انس قال کان النبی ﷺ یتوضا عند کل صلوۃ قلت کیف کنتم تصنعون قال یجزی احدنا الوضوء مالم یحدث۔

ترجمہ :۔ عمرو بن عامر حضرت انس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کرتے تھے۔ عمرو نے انس ؓ سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو اس وقت تک وضو کافی ہوتا تھا جب تک کہ حدث نہ ہو۔

وضاحت :۔ یہ بات کہ آنحضرت ؐ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے حضرت انس ؓ نہیں کہہ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تو آنحضرت ؐ کو وضو کراتے تھے۔ ان سے زیادہ حضور کے معمولات سے واقف کون ہو سکتا ہے۔ اور یہ روایت نہ جانے کتنے طریقوں سے مروی ہے کہ آپ ؐ نے ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں پڑھیں۔ فتح مکہ کے روز آپ کا ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھنا معروف ہے۔ غالباً ہوا یہ ہے کہ حضرت انس ؓ نے ایسے الفاظ میں روایت کی ہے جس سے عموم نکلتا ہے لیکن خصوص اس سے سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی ایسے فقرے ہو سکتے ہیں جن سے یہ سمجھا جائے کہ آنحضرت ؐ کا عام طریقہ۔ یہی تھا کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے اور یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ ہر نماز کے لیے چاہے وضو قائم ہو نیا وضو کیا جائے قول سے غلط استشہاد ہے۔ کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس ؓ کے قول کے نقل کرنے میں کچھ بے احتیاطی ہو گئی ہے۔

بعض لوگوں نے قرآن مجید کی آیت اذا قمتم الی الصلوۃ۔ (جب تم نماز کے لئے اٹھو تو ------) سے بھی اسی طرح کا استدلال کیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں حکم عام ہے۔ لیکن ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

اس عموم کے اندر ایک خصوص مضمر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وضو نہ ہو تو ایسا کرو۔ جس طریقہ سے اس آیت کے عموم میں خصوص کو حذف کر دیا گیا ہے میرے نزدیک اسی طریقہ سے حضرت انس ؓ کے قول میں بھی ہوا ہے۔

خیریت ہوئی کہ حضرت انس ؓ سے یہ پوچھ لیا گیا کہ آپ لوگ کیا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے پہلا وضو کافی ہوتا تھا جب تک کہ کوئی ناقض حالت پیش نہ آ جائے۔

213۔ حدثنا خالد بن مخلد قال ثنا سلیمان قال حدثنی یحیی بن سعید قال اخبرنی بشیر بن یسار قال اخبرنی سوید بن النعمان قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ عام خیبر حتی اذا کنا بالصھباء صلی لنا رسول ﷺ العصر فلما صلی دعا بالا طعمہ فلم یوت الا بالسویق فاکلنا وشربنا ثم قام النبی ؐ الی المغرب فمضمض ثم صلی لنا المغرب ولم یتوضا۔

ترجمہ :۔ سوید بن نعمان کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کے سال نکلے' جب صہباء میں پہنچے تو آنحضرت ؐ نے عصر کی نماز پڑھائی' جب نماز پڑھ چکے تو کھانے منگوائے لیکن ستو کے سوا اور کچھ نہیں آیا۔ ہم نے اس کو کھایا اور پیا۔ پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے اٹھے اور کلی کی۔ پھر مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا۔

وضاحت :۔ آنحضرت ؐ نے عصر کی نماز پڑھائی' اس کے بعد ستو کھایا اور پیا' پھر مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔ یعنی اسی پہلے وضو کو کافی سمجھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب اپنا مذہب بیان کرنے کے لیے یہ روایت لائے ہیں۔ حضرت انس ؓ والی روایت انہوں نے غالباً صرف یہ دکھانے کے لیے دی ہے کہ راوی حضرات اس طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جایا کرتے ہیں تو لوگ متنبہ رہیں اور غور کرتے رہا کریں۔

باب 152۔ من الکبائر ان لا یستتر من بولہ

یہ بات گناہ کبیرہ میں سے ہے کہ آدمی پیشاب کرنے کے معاملہ میں پردہ کا انتظام نہ کرے

لا یستتر کا لفظ دو مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ احتیاط نہیں کی' کوئی آڑ نہیں لی' جہاں چاہا پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ یہ نہیں دیکھا کہ کوئی آ جا رہا ہے۔ دوسرا یہ کہ پیشاب کرنے میں احتیاط نہیں کی' کپڑوں پر چھینٹے پڑے اور پیشاب لگ گیا۔ امام صاحب نے باب جو باندھا ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ وہ اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے ہیں۔

214۔ حدثنا عثمان قال حدثنا جریر عن منصور عن مجاہد عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ

بحائط من حیطان المدینه اومکه فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورهما فقال النبی ﷺ یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدهما لا یستتر من بوله وکان الاخر یمشی بالنمیمه ثم دعا بجریدة فکسرها کسرتین فوضع علی کل قبر منهما کسرة فقیل له یا رسول الله لم فعلت هذا قال لعله ان یخفف عنهما مالم تیبسا اوالی ان ییبسا۔

ترجمہ :۔ مجاہد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے کسی باغ سے گزرے۔ آپؐ نے دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر قبروں کے اندر عذاب ہو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ان پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ پر نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب کرنے کے معاملہ میں احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کا کام کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور کی ایک شاخ منگوائی' اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے یہ کس لیے کیا تو آپؐ نے فرمایا شاید اس طریقہ سے ان دونوں کے عذاب میں' جب تک یہ خشک نہ ہوں' تخفیف کر دی جائے۔

وضاحت :۔ راوی حضرات کو اس روایت میں ایک تو یہ شبہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے یا مکہ کا۔ دوسرا یہ کہ لفظ تیبسا ہے یا ییبسا۔ دونوں لفظ استعمال ہو سکتے ہیں۔ اگر لفظ مونث کو ذہن میں رکھیے تو مونث کا صیغہ لانا پڑے گا اور اس کو مذکر کے مفہوم میں لے لیں تو مذکر کا صیغہ بھی آ سکتا ہے۔

یہ ان کے شبہات ہیں لیکن اس روایت پر میرے جو سوالات ہیں وہ میں عرض کرتا ہوں۔ ان پر غور کیجئے اور جو جواب سمجھ میں آئے اس سے مجھے بھی آگاہ کیجئے۔

امام صاحب یہ روایت جس باب میں لائے ہیں وہ یہ ہے کہ پیشاب سے احتیاط نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ لیکن روایت میں جن دو چیزوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک ہے پیشاب کرنے میں بے احتیاطی' جو صرف حمق کا نتیجہ ہوتی ہے یا بلادت کا' اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے نہیں ہو سکتی۔ یہی بات روایت کے الفاظ سے بھی نکلتی ہے۔ دوسری چیز ہے نمامی یعنی چغلی کرنا۔ اس پر آنحضرت ﷺ یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔ ان میں سے پہلا گناہ بے شک چھوٹا ہے لیکن دوسرا چغلی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے هماز مشاء بنمیم۔ نمامی بڑی سنگین بات ہے۔ گناہ کبیرہ کے تعلق سے باب اور روایت میں مطابقت نہیں۔

ایک سوال روایت کے اس مضمون پر پیدا ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن پر قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ اس سے مجھے انکار نہیں کہ آنحضرت ﷺ اس طرح کی کوئی آواز بے شک سن سکتے تھے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر جس کیفیت کو چاہے واضح کر سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن قبر میں عذاب ہو رہا تھا' اس کا کیا مطلب ہے؟ قرآن مجید نے موت کے بعد اور قیامت سے

پہلے تک کے دور یعنی مرنے کے بعد سے لے کر نفخ صور تک کے وقفہ کو برزخ کہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ زیر بحث روایت میں برزخ کو قبر کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ قبر میں عذاب ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اس عذاب کا قرآن مجید میں کوئی ذکر نہیں ہے' اس لیے کہ عالم برزخ میں حساب کتاب نہیں ہوتا۔ اس کا جو احوال قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں ایک خاص کیفیت ہو گی جس میں نیند کی سی حالت طاری ہو گی۔ روایت 182 میں بیان ہو چکا ہے کہ قبر میں فرشتے مرنے والے سے یہ سوال کریں گے کہ اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ مراد آنحضرت ﷺ ہوں گے۔ تو اہل ایمان کہیں گے ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی۔ اس پر فرشتے کہیں گے۔ سو جاؤ' ہم جانتے تھے کہ تم ایمان رکھنے والے ہو۔ مطلب یہ کہ مرنے والے پر نیند طاری کر دی جائے گی۔ قرآن مجید سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو اس نیند کی حالت میں خواب کے طریقہ پر خوش خبریاں آئیں گی اور ان ان مقامات کی سیر بھی کرا دی جائے گی جو ان کو ملنے والے ہوں گے۔ اسی طرح جو اشقیاء ہوں گے مثلاً آل فرعون تو جہنم کے جو مقامات ان کے مقدر میں ہیں وہ ان کو دکھا دیے جائیں گے۔ اس سے زیادہ کسی عذاب کا ذکر نہیں ہے۔ نیند کی حالت طاری ہونے کا ثبوت قرآن مجید کا یہ بیان ہے کہ جب پہلا نفخ صور ہو گا تو سب لوگ جی اٹھیں گے اور کفار گھبرا گھبرا کر باہم پوچھیں گے کہ کیا اندازہ ہے کتنا عرصہ ہم سوئے رہے۔ جواب ملے گا کہ شاید ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ ایک طویل عرصہ قبروں میں گزرے گا اور اس موت کا کسی کو کوئی احساس نہیں ہو گا۔ یہ معلوم ہو گا کہ ابھی سوئے تھے اور ابھی اٹھ گئے۔

اسی نیند کی حالت میں اعمال کے لحاظ سے کیفیات کا صدور ہو گا لیکن عذاب ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے عدل کے خلاف ہو گا۔ ابھی عدالت تو ہوئی نہیں تو سزا کیسے۔ یہ ایک بڑا اہم سوال ہے۔

تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ راوی حضرات کو اس بارے میں شبہ ہے کہ نبی ﷺ کا گذر جس باغ پر ہوا وہ مدینہ میں تھا یا مکہ میں۔ میری رائے میں مکہ کا سوال خارج از بحث ہے' اس لیے کہ مکہ میں تو کفار ہی کے قبرستان تھے۔ اس سے بھی اہم سوال یہ ہے کہ جن قبروں پر آنحضرت کا گذر ہوا وہ کن کی قبریں تھیں۔ ایک نام حضرت سعد بن معاذؓ کا لیا گیا ہے اور یہ سن کر دل کانپ جاتا ہے۔ حضرت سعدؓ کا مرتبہ تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے فرمایا کہ قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کی تعظیم کے لیے اٹھو۔ پھر یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ اس وقت تک ان کی وفات ہوئی تھی یا نہیں۔ مزید براں مدینہ میں ۸'۹ سالہ قیام کے دوران آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ سے اتنے بے خبر تو نہیں ہو سکتے تھے کہ یہ پتہ نہ ہو کہ کن کی قبریں ہیں۔ مدینہ کی آبادی اتنی بڑی نہ تھی اور آنحضرت ﷺ ہر ایک کی خبر رکھتے تھے۔ علاوہ

شکلیں ہیں۔ اگر مسلمانوں کی قبریں تھیں تو ظاہر ہے کہ وہ نام کے مسلمان رہے ہوں گے۔ اور اگر کفار میں سے تھے تو ان کا تعلق اشقیاء سے ہو گا۔ اگر یہ منافقین میں سے تھے تو آنحضرت ؐ کو ان پر عذاب کی کیا فکر ہو سکتی تھی۔ ان کے متعلق تو قرآن نے بتا دیا کہ وہ دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ اور آپ کو ان کے لیے استغفار سے منع کر دیا گیا تھا۔ کفار کے متعلق بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہ تھی کہ آپ ان پر سبز شاخ ڈال دیتے کہ کم از کم شاخ خشک ہونے تک ان پر عذاب رک جائے۔ یہ قبریں مسلمانوں کی اس لیے نہیں ہو سکتی تھیں کہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ جو مومن تھے وہ آسمان اور زمین میں بالکل نمایاں تھے۔ ان کی نیکی کے آگے ساری دنیا کی نیکی ہیچ تھی۔

ان باتوں سے قطع نظر قبر کے عذاب میں تخفیف کے لیے قبر پر ہری شاخ گاڑنا کچھ ٹوٹکے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہمارے حضور ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اسلام میں اہل قبر کے لیے دعا کی جاتی ہے' استغفار کیا جاتا ہے لیکن اس طرح قبروں پر شاخیں نہیں گاڑی جاتیں۔

اس سلسلے کی جو روایت آگے آ رہی ہے اس کے راویوں میں اعمش کا نام ہے جو یہاں نہیں ہے۔ اعمش کے متعلق رجال کے ماہرین کہتے ہیں کہ وہ شیعیت کے لیے متہم تھے۔ یہ بات ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح زہری روایات میں ملاوٹ کر دیتے ہیں اسی طریقہ سے اعمش نے یہاں یہ کیا ہے۔ لیکن ان کا نام سند میں نہیں آیا۔ میرے نزدیک ان تمام اعتبارات سے یہ روایت محل نظر ہے۔

باب 153 ۔ ماجاء فی غسل البول وقال النبی ﷺ لصاحب القبر کان لا یستتر من بولہ ولم یذکر سوی بول الناس۔

باب پیشاب کے دھونے کے بارے میں اور آنحضرت ﷺ نے ایک قبر والے کے بارے میں یہ جو فرمایا کہ وہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا تو آپ نے آدمی ہی کے پیشاب کا ذکر کیا۔

امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ بحث آدمی ہی کے پیشاب کے بارے میں ہے' کسی جانور کے پیشاب کے بارے میں نہیں۔ میں نے آٹھ سال دیہات میں رہ کر دیکھا ہے کہ سب سے حکیمانہ فتویٰ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے کہا کہ جن جانوروں کا گوشت ہم کھاتے ہیں ان کا پیشاب بھی پاک ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان جانوروں میں آپ زندگی گذاریں تو یہ ناممکن ہے کہ کبھی آپ کے کپڑوں وغیرہ پر ان کے پیشاب کا چھینٹا نہ پڑ جائے۔ لہذا ان کے پیشاب کو انسان کے پیشاب پر قیاس کرنے سے لوگوں کے لیے غیر معمولی دشواری پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

215 ۔ حدثنا یعقوب بن ابراہیم قال اخبرنا اسمعیل بن ابراہیم قال حدثنی روح بن القاسم قال حدثنی عطاء ابن ابی میمونہ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ﷺ اذا تبرز لحاجتہ اتیتہ بماء فیغسل بہ۔

ترجمہ :۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے نکلتے تو میں پانی لے کر آتا اور آپ اس سے دھوتے۔

وضاحت :۔ روایت میں قضائے حاجت کا ذکر ہے' اس میں پیشاب ضمنی چیز ہے۔ روایت واضح ہے۔

باب 154

216 ۔ حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا محمد بن حازم قال حدثنا الاعمش عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بقبرین فقال انہما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدہما فکان لا یستتر من البول واما الاخر فکان یمشی بالنمیمہ ثم اخذ جریدۃ رطبہ فشقہا نصفین فغرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یا رسول اللہ لم فعلت ھذا قال لعلہ یخفف عنہما مالم ییبسا قال ابن المثنی وحدثنا وکیع قال حدثنا الاعمش سمعت مجاہدا مثلہ۔

ترجمہ :۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا گذر دو قبروں پر ہوا' آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب میں احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کو چیر کر دو کر ڈالا اور ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا شاید جب تک یہ نہ سوکھیں ان کا عذاب ہلکا ہو۔

وضاحت :۔ یہ وہی روایت ہے جو اوپر گذر چکی ہے۔ پہلی روایت میں اعمش کا نام نہیں تھا لیکن یہاں موجود ہے۔ روایت کے متعلق میں اپنا اشکال اوپر بتا چکا ہوں۔

باب 155 ۔ ترک النبی ﷺ والناس الاعرابی حتی فرغ من بولہ فی المسجد۔

باب اس بارے میں کہ نبی ﷺ اور دوسرے لوگوں نے بدو کو مسجد میں پیشاب کرنے کا موقع دیا یہاں تک کہ وہ فارغ ہو گیا۔

217 ۔ حدثنا موسی بن اسمعیل قال ثنا ھمام قال ثنا اسحق عن انس بن مالک ان النبی ﷺ رای اعرابیا یبول فی المسجد فقال دعوہ حتی اذا فرغ دعا بماء فصبہ علیہ۔

ترجمہ :۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دیکھا کہ ایک بدو مسجد میں پیشاب کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا آپ نے پانی منگوایا اور

پیشاب پر بہادیا۔

وضاحت :۔ یہ ہے نبی کریم ﷺ کی شان۔ معلوم نہیں ہم اور آپ تقویٰ کے زعم میں اس وقت کیا کر ڈالتے۔ دوسری روایت میں آیا بھی ہے کہ اس وقت لوگوں نے اس کو آڑے ہاتھوں لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پیشاب کر لینے دو۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اگر بیچ میں حارج ہو جاتے تو معلوم نہیں اس کو کیا خطرناک حالت پیش آ جاتی۔ بدو کے پیشاب کر لینے کے بعد آپ نے پانی منگوایا اور اس پر بہا دیا گیا۔ مسجد سے مراد مسجد نبوی ہے۔ اس دور میں مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں اور کوئی چار دیواری بھی نہیں تھی۔ یہ حکیمانہ طریقہ تھا جو آپ نے اختیار فرمایا۔ بدو کو سلیقہ سکھانا تھا۔ بعد میں بتا دیا کہ یہ مسجد ہے' یہاں ایسی حرکت نہیں کرتے۔

باب 156 ۔ صب الماء علی البول فی المسجد۔

باب اس بارے میں کہ مسجد میں پیشاب پر پانی بہا دیا جائے۔

218 ۔ حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ان اباھریرۃ قال قام اعرابی فبال فی المسجد فتناولہ الناس فقال لھم النبی ﷺ دعوہ وھریقوا علی بولہ سجلا من ماء اوذنوبا من ماء فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔

ترجمہ :۔ ابوھریرۃ ؓ کہتے ہیں کہ ایک گنوار کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو لوگوں نے اس کو للکارا۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم لوگوں پر آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' سختی کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

وضاحت :۔ اس روایت میں ہے کہ لوگوں نے اعرابی کو آڑے ہاتھوں لیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جانے دو اور پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔

ھریقوا میں الف عربی قاعدے سے ہ میں بدل گیا ہے۔

یہ جو فرمایا کہ اللہ کے بندو تم اس لیے دنیا میں اٹھائے گئے ہو کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے والے بنو نہ کہ ان کی راہ تنگ کرنے والے تو گویا یہ ظاہر فرما دیا کہ امت کا مزاج یہ ہونا چاہیے۔ ہمارے لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور ذرا ذرا سی باتوں کو دین و ایمان کا مسئلہ بنا لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں لوگوں میں دین ہی سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ مجھے مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے بارے میں ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ وہ نماز پڑھنے ننگے سر کھڑے ہو گئے تو ایک صاحب نے میلی کچیلی چٹائی والی ٹوپی ان کے سر پر رکھ دی۔ انہوں نے ٹوپی سر سے اتار پھینکی۔ ٹوپی پہنانے والے کو یہ خیال نہیں آیا کہ اتنے بڑے عالم ہیں' ننگے سر کھڑے ہو گئے تو وہ مسئلہ کو مجھ سے بہتر طور پر جانتے ہیں۔ ہو سکتا ہے میلی ٹوپی پہن کر نماز

پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہوں۔

219 ۔ حدثنا عبدان قال انا عبد اللہ قال انا یحیی بن سعید قال سمعت انس بن مالک قال جاء اعرابی فبال فی طائفۃ المسجد فزجرہ الناس فنھاھم النبی ﷺ فلما قضی بولہ امر النبی ﷺ بذنوب من ماء فاھریق علیہ۔

ترجمہ :۔ انس ؓ کہتے ہیں کہ ایک گنوار آیا۔ وہ مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا تو لوگوں نے اس کو جھڑکا۔ ان کو آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی ﷺ نے حکم دیا اور ایک ڈول پانی اس پر بہا دیا گیا۔

وضاحت :۔ یہ وہی اوپر والی روایت ہے۔ طائفۃ کا لفظ کونے کے معنوں میں اسی روایت میں پڑھا ہے۔

باب 157 ۔ بول الصبیان

باب بچوں کے پیشاب کے بارے میں

220 ۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ھشام عن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ ام المومنین انھا قالت اتی رسول اللہ بصبی فبال علی ثوبہ فدعا بماء فاتبعہ ایاہ۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا تو اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ؐ نے پانی منگوایا اور اس کو اس کے پیچھے چھوڑ دیا۔

وضاحت :۔ معلوم ہوا کہ بالغوں کے پیشاب میں اور بچوں کے پیشاب میں فرق ہے۔ بالغوں کے بارے میں بتا دیا کہ اس میں احتیاط کرنا چاہیے۔ بچوں کے بارے میں یہ ہے کہ بچے کے پیشاب پر آپ کچھ پانی بہا دیں۔

یہ بات یاد رکھیے کہ دین آسان ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میرا خیال ہے زندگی تنگ ہو جاتی۔ بچے پوچھ کر پیشاب نہیں کرتے۔ جب ضرورت پیش آئے گی کر دیں گے اور جہاں چاہیں گے کر دیں گے۔ تو اس کے لیے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کپڑوں پر پانی چھڑک دینا کافی ہوتا ہے۔ یہ بات کہ لڑکے اور لڑکیوں کے پیشاب میں کوئی فرق ہے تو اس کی کوئی علت نہیں۔

221 ۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن شھاب عن عبید اللہ بن عتبہ عن ام قیس بنت محصن انھا اتت بابن لھا صغیر لم یاکل الطعام الی رسول اللہ ﷺ فاجلسہ رسول اللہ ﷺ فی حجرہ فبال علی ثوبہ فدعا بماء فنضحہ ولم یغسلہ۔

ترجمہ :۔ ام قیس سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو جو ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا' رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئیں۔ آپ ؐ نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا تو اس نے پیشاب کر دیا۔ آپ ؐ نے پانی منگوایا اور

اس پر چھڑک دیا اور کپڑے کو دھویا نہیں۔

وضاحت :۔ یہ بات کہ بچہ ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا یہ کس کی وضاحت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمائی۔ یہ بات یا بچے کی ماں نے کہی ہے' یا ابن شہاب نے گھسائی ہے اور اپنا فقہی مذہب روایت میں ڈال دیا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بچہ جب کھانے پینے لگ جائے تو اس کے معاملات میں کچھ احتیاط ہو جاتی ہے۔ بچے کا ایک مفہوم آپ سمجھتے ہیں اور اس کے معاملات میں ان چیزوں میں اس وقت احتیاط کرنے لگ جاتے ہیں جب کہ کرنا چاہیے اس سے پہلے نہیں کرتے۔ یہاں یہ بات کہ بچہ ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا میرے نزدیک ابن شہاب کا اضافہ ہے۔

باب 158 ـ البول قائما وقاعدا

باب کھڑے ہوئے اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کے بارے میں

222 ـ حدثنا آدم قال حدثنا شعبه عن الاعمش عن ابی وائل عن حذیفه قال اتی النبی ﷺ سباطه قوم فبال قایماثم دعا بماء فجئته بماء فتوضا۔

ترجمہ :۔ حذیفہ ؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ایک قوم کے گھورے پر گذر ہوا تو وہاں آپ نے کھڑے ہوئے پیشاب کیا۔ پھر پانی منگوایا۔ میں پانی لے آیا تو آپ نے وضو کیا۔

وضاحت :۔ یہ روایت بھی اعمش سے ہے لیکن اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ اس میں جو بات ہے وہ صرف یہ کہ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے اور یہ کامن سینس (Common Sense) کا مسئلہ ہے۔ گھورے پر بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اور آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس طرح کی کوئی حالت پیش آ جائے تو آپ لوگوں کے لیے بھی اپنے عمل سے آنحضرت ﷺ نے گنجائش فراہم کر دی ہے۔

باب 159 ـ البول عند صاحبه والتستر بالحائط۔

باب اس بارے میں کہ آدمی اپنے کسی ساتھی کے قریب کسی دیوار کے پردے میں پیشاب کرے۔

223 ـ حدثنا عثمان ابن ابی شیبه قال حدثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن حذیفه قال رایتنی انا والنبی ﷺ نتماشی فاتی سباطه قوم خلف حائط فقام کما یقوم احدکم فبال فانتبذت منه فاشار الی فجئته فقمت عند عقبه حتی فرغ۔

ترجمہ :۔ حذیفہ سے روایت ہے کہ میں اور نبی کریم ﷺ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ آپ ایک قوم کے گھورے پر پہنچے جو ایک دیوار کی پشت پر تھا تو آپ وہاں کھڑے ہوئے جس طریقہ سے ایک عام آدمی کھڑا ہوتا ہے اور آپ نے وہاں پیشاب کیا۔ میں ذرا پرے ہٹ گیا تو آپ نے میری طرف اشارہ کیا اور میں پھر قریب ہو گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ آپ اپنی ضرورت سے فارغ ہو گئے۔

وضاحت :۔ رایتنی' بات کا آغاز کرنے کے لیے آتا ہے۔ مطلب یہ کہ میں نے دیکھا' کچھ یوں ہوا' یوں سمجھو وغیرہ۔ راوی نے مضمون کے بیان کرنے میں ترتیب الجھا دی ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک دن ہم جا رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ ایک قوم کے گھورے پر پہنچے جس کے آگے کی طرف دیوار تھی۔ اس موقع سے آپ نے فائدہ اٹھایا اور وہاں کھڑے ہوئے۔ میں نے جب محسوس کیا کہ آپ پیشاب کرنا چاہتے ہیں تو میں پیچھے کی طرف ہٹ گیا' لیکن آپ نے اشارہ کیا تو میں قریب ہو کر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ تب آپ نے وہاں پیشاب کیا۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ گندی جگہ تھی اور بے تکلفی کے ساتھ وہاں بیٹھا نہیں جا سکتا تھا۔ زندگی میں ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں جہاں یہ کرنا پڑتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہمیں رہنمائی دینی اور مہذب بنانا ہے۔ آپ کے اس عمل سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جواز مل گیا ورنہ یہ بھی امت کے لیے ایک مسئلہ بن جاتا۔

یہ واقعہ ہے کہ ہمارے تمام معاملات میں اور نسوانی معاملات میں جس جامعیت' ترتیب' اطلاع اور علم کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے رہنمائی دی ہے اس پر تعجب ہوتا ہے۔ کسی کا علم اتنا نہیں ہو سکتا۔ اتنی واقفیت' اتنا علم بغیر اللہ تعالیٰ کی براہ راست رہنمائی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

باب 160 ـ البول عند سباطه قوم

باب کسی قوم کے گھورے پر پیشاب کرنے کے بارے میں

224 ـ حدثنا محمد بن عرعرة قال ثنا شعبه عن منصور عن ابی وائل قال کان ابو موسی الاشعری یشدد فی البول ویقول ان بنی اسرائیل کان اذا اصاب ثوب احدهم قرضه فقال حذیفه لیته امسک اتی رسول ﷺ سباطه قوم فبال قائما۔

ترجمہ :۔ ابو وائل سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری پیشاب کے بارے میں تشدد حد تک محتاط تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کے کپڑے کو پیشاب کی چھوت لگ جاتی تو وہ اس کو کاٹ دیتا تھا۔ حذیفہ نے کہا کاش وہ ایسا نہ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے گھورے پر آئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

وضاحت :۔ لیتہ امسک ' مطلب یہ کہ کاش وہ ایسا نہ کرتے۔ حذیفہ ؓ کا کہنا یہ تھا کہ جب ضرورت پڑنے پر نبی کریم ﷺ نے بے تکلفی سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس معاملہ میں اتنا تشدد اور احتیاط جو لوگ برتتے اور اسے تقویٰ سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ خواہ مخواہ کو بات کا بتنگڑ نہیں بنانا چاہیے۔

بنی اسرائیل سے متعلق ابو موسیٰ ؓ کی بات سنی سنائی معلوم ہوتی ہے۔ اس زمانے میں عرب کے لوگوں کو سابقہ ادیان کے بارے میں جو معلومات تھیں وہ مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں رہنے والے اہل کتاب سے سنی ہوئی تھیں۔ وہ صحیفوں سے براہ راست ناقدانہ واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہود کے ہاں نجاست کے معاملات میں بڑا تشدد تھا۔ لیکن یہ کہ شبہ ہو جائے کہ یہاں پیشاب لگ گیا ہے تو پھر اس کپڑے کو کاٹ دیں' یہ اسی تشدد کی شہرت عام رہی ہو گی جس کا مظاہرہ ابو موسیٰ اشعری کرتے تھے۔ ورنہ تورات کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ البتہ تورات یہود کی فقہ کی کتاب نہیں ہے۔ ان کی فقہ کی کتاب میں ہو سکتا ہے اس طرح کی کوئی چیز رہی ہو۔

بقیہ صفحہ 48 سے

امام حمید الدین فراہی ؒ نے اس موضوع پر جو سیر حاصل بحثیں کی ہیں اور نئے اصول تفسیر روشناس کرائے ہیں آنے والے دور میں ان سے صرف نظر مشکل ہو گا۔

گذشتہ ادوار میں ہر آیت اور سورہ کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے دیکھا جاتا تھا اور سیاق و سباق کی کم ہی پروا کی جاتی تھی۔ لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر آیت و سورۃ کا اس سے اگلی اور پچھلی آیت و سورۃ سے منطقی تعلق بھی بیان کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں یہ آیتیں اور سورتیں حالات و واقعات کے لحاظ سے الگ الگ نازل ہوئی تھیں لیکن آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے نزولی ترتیب سے ہٹ کر دوسری ترتیب میں ایک مکمل کتاب کی صورت میں مرتب کیا تو اس ترتیب میں جو خاص حکمت پوشیدہ ہے وہ سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر آیات اور سورتوں پر غور کرنے ہی سے سامنے آ سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان نئے اصولوں کو مزید شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا جائے۔ ہر زمانے کا سمجھنے سمجھانے کا معیار الگ الگ ہوتا ہے۔ جدید دور میں منضبط اصول پیش کر کے ہی خدمت قرآن کی جا سکتی ہے۔

(محمد یونس)

امین احسن اصلاحی

حسن اخلاق

(موطا امام مالک کی کتاب الجامع کی روایات)

حدثنی عن مالک ان معاذ بن جبل قال اخرما اوصانی بہ رسول اللہ ﷺ حین وضعت رجلی فی الغرزان قال احسن خلقک للناس یا معاذ بن جبل۔

ترجمہ :۔ امام مالک سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل نے بیان کیا کہ آخری بات' جس کی رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس وقت نصیحت فرمائی جس وقت میں نے رکاب میں اپنا پاؤں رکھا' یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا' اے معاذ بن جبل۔

وضاحت :۔ اس روایت میں انقطاع ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک کو اصل مطلب بات سے ہے۔ سند کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دے رہے ہیں اور بات بھی نبی ﷺ کے اپنے الفاظ میں معلوم ہوتی ہے۔

یہ بات ظاہر ہے اس موقع کی ہے جب معاذ بن جبل ؓ کو یمن بھیجا گیا۔ چونکہ ان کو وہاں گورنری کے عہدہ پر بھیجا گیا تھا تو سب سے اہم نصیحت ان کو اس موقع پر یہی کی جا سکتی تھی کہ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئیں۔ نبی ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے سامنے کوئی معاملہ آئے گا تو کیسے فیصلہ کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ اگر کتاب اللہ سے رہنمائی نہ ملی تو سنت رسول سے مدد لوں گا۔ اگر وہاں بھی کچھ نہ پایا تو اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ نبی ﷺ نے اس جواب پر معاذ کی تحسین فرمائی اور وہ آخری ہدایت دی جو اس روایت میں ہے۔

یہ ہدایت بہت اہم ہے اس لیے کہ اعلیٰ اخلاق یوں تو سب کے لیے بے حد ضروری ہے لیکن خاص کر حکمرانوں کا اخلاق تو بہت اچھا اور بے حد شریفانہ ہونا چاہیے تاکہ عوام اپنے مسائل ان کے آگے بلا خوف پیش اور انصاف حاصل کر سکیں۔ لیکن بالعموم ہوتا یہ ہے کہ حکمران عرش پر چڑھ جاتے ہیں اور کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتے۔ آنحضرت ﷺ کی نصیحت حکمرانوں کے لیے نہایت برمحل ہے۔

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشہ زوج النبی ﷺ انہا قالت ماخیر رسول اللہ ﷺ فی امرین قط الا اخذ ایسرھما مالم یکن اثما' فان کان اثما کان ابعد الناس منہ وما انتقم رسول اللہ ﷺ لنفسہ الا ان تنتہک حرمہ اللہ فینتقم للہ بہا۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب ایسی صورت آتی کہ جس میں دو پہلو ہوتے تو آپ ؐ اس پہلو کو اختیار کرتے جو دونوں میں سے آسان تر ہوتا۔

بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ گناہ ہوتا تو آپؐ لوگوں میں سب سے زیادہ گناہ سے دور تر رہتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر دین کی بے حرمتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کا انتقام لیتے تھے۔

وضاحت :۔ اگر کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جس میں آپ کو فیصلہ کرنا ہو اور اس میں دو پہلو ہوں جن میں سے کسی بھی پہلو کو اختیار کرنے میں آپ آزاد ہوں تو وہ پہلو اختیار کرنا چاہیے جو سہل تر ہو۔ دین کے ہر معاملہ میں صحیح بات یہی ہے کہ وہ پہلو اختیار کریں جو آسان ہو اس لیے کہ اگر آپ شیخی میں آ کر یہ کریں کہ میں تو سخت پہلو ہی اختیار کروں گا تو مار کھا جائیں گے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دین کے ساتھ دھینگا مشتی کرے گا تو دین اس کو پچھاڑ دے گا اور وہ شخص اپنے ارادے کو پورا کرنے میں ناکام ہو جائے گا۔ نبی ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی معاملہ میں دو پہلو ممکن ہوتے تو آپؐ اس میں سے وہ پہلو اختیار کر لیتے جو سہل تر ہوتا' بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اگر گناہ کا شائبہ تک بھی ہوتا تو آپ اسے اختیار نہیں کرتے تھے۔

دوسری بات یہ تھی کہ آپؐ اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہ لیتے۔ آپ کو گالی دی گئی اور توہین کی گئی۔ آپ نے یہ سب کچھ برداشت کر لیا کیونکہ یہ آپ کی ذات کا معاملہ تھا لیکن اللہ کے دین کی حرمت کو جن لوگوں نے نقصان پہنچایا تو ان سے آخر آپ نے جنگ بھی کی۔ اسی طرح اگر کسی نے دین کی بے حرمتی کی تو اس کو آپؐ نے سزا بھی دی۔ کسی نے کوئی حق تلفی کی تب بھی آپ نے مظلوم کو اس کا حق دلایا۔ لیکن اپنی ذات کے معاملہ میں آپ لوگوں کے لیے بے حد فیاض' کریم النفس اور درگزر فرمانے والے تھے۔

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ قال: من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔

ترجمہ :۔ علی بن حسین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس سے متعلق نہ ہو۔

وضاحت :۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے آپ کہتے ہیں کہ اس چیز سے میرا کیا واسطہ' یہ میرا concern نہیں' تو یہ اسلام کی خوبیوں میں سے ہے۔ اسلام کے بہت سے درجے ہیں۔ اسلام کو اگر کوئی شخص بہترین طریقے پر اختیار کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد زندگی سے غیر متعلق باتوں میں نہ پڑے۔ یہاں منہیات کا سوال نہیں ہے۔ ان سے بچنا تو واجبات دین میں سے ہے۔ یہاں مراد وہ چیزیں ہیں جو جائز ہیں لیکن مقصد زندگی کے لحاظ سے کچھ اہمیت نہیں رکھتیں۔ آنحضرتؐ کا یہ ارشاد بہت بڑی حکمت کی بات ہے۔ اس حدیث کے متعلق لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ان تین بڑی حدیثوں میں سے ایک ہے

جو اصولی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کی حکمت بیان بھی نہیں ہو سکتی۔

جو چیزیں زندگی میں جائز ہیں ان میں سے ہر چیز کو تو اختیار کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ آپ اپنی زندگی کے لیے کوئی ایک لائن اختیار کریں گے تو اس لائن سے جو چیزیں موافقت رکھتی ہیں' جو چیزیں مقصد میں مددگار ہو سکتی ہیں اور آپ کے لیے بابرکت ہو سکتی ہیں صرف وہی آپ کو اختیار کرنی چاہئیں۔ باقی دوسری چیزوں میں خواہ مخواہ میں چونچیں لڑانا اور ہر میدان کا غازی بننے کی کوشش کرنا ایک غیر مفید کام ہوتا ہے۔ یہ اصول سیاست میں' مذہب میں' تحقیق میں' غرض سب چیزوں میں کارآمد ہے۔ دنیا میں جتنے بھی قابل ذکر لوگ گذرے ہیں ان کی یہ حالت نہیں تھی کہ خدائی فوجدار کی طرح ہر چیز میں ٹانگ اڑاتے پھریں۔ بلکہ انہوں نے ایک لائن اختیار کی اور مضبوطی سے اس پر جمے رہے اور تمام غیر متعلق چیزوں کو انہوں نے نظر انداز کیا۔

اس بات کو یوں بھی سمجھ لیں کہ اپنی زندگی کو صحیح رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے جو فرائض متعین کیے ہیں وہ بجا لائیں۔ مثلاً یہ فرمایا کہ "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" تم میں سے ہر ایک راعی بنایا گیا ہے اور اس سے اس کے گلے کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو اپنے گلے کی فکر کریں۔ اگر اپنے گلے کو چھوڑ کر دوسروں کے لیے اور دوسروں کے گلوں کی چرواہی کرتے پھریں تو یہ حماقت ہے۔ فرض کریں کہ ایک شخص ہے۔ اس کا مقدم فریضہ ہے کہ اپنے خاندان کو' اپنے بچوں کو سنبھالے۔ یہ جواب اس کے لیے ٹھیک نہ ہو گا کہ میں تو خلق خدا کی تربیت پر لگا رہا میرے بچے گمراہ ہو گئے تو میں کیا کرتا۔ یہ جواب آپ کو بچا نہ سکے گا۔ علی ھذا القیاس آپ کے پڑوس سے متعلق آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ اس کی فکر کریں۔ آپ ساری دنیا کی فکر تو نہیں کر سکتے۔ اسی طرح یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جو کوئی برائی دیکھے تو اس کی اصلاح کرے۔ اگر طاقت رکھتا ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے' اور یہ بھی نہ ہو تو دل میں برا جانے۔ یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ اصلاح کا یہ کام آپ کی زندگی کی مہمات میں سے ہے۔ اس سے زیادہ کے لیے آپ کے پاس فرصت ہے تو کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر غیر ضروری معاملات میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ زندگی کے جو اصل فرائض ہیں انسان اگر ان کو ہی صحیح طور پر ادا کرنا چاہے تو یہ واقعہ ہے کہ ان کو بھی صحیح طور پر ادا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب انہی کو انجام دینا مشکل ہے تو غیر ضروری پرائے جھگڑے آپ اپنے سر پر کیوں لیں۔

اگر آپ کو خدمت خلق کا شوق ہے لیکن گھر کی خبر نہیں اور باہر کے تمام لوگوں کے لیے بھاگے پھرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہو گا کہ معاشرہ تباہ ہو کے رہ جائے گا۔ اچھے لوگ' قابل لوگ' ذمہ دار لوگ اور قوم و ملت کی خدمت کرنے والے وہی لوگ ہوں گے جو اپنی زندگی اس اصول کے تحت گذاریں کہ میں ایک مسلم ہوں۔ مسلم کی حیثیت سے مجھے اپنی زندگی کا نصب العین مقرر کر لینا ہے۔ اور جو چیزیں اس سے لگا

کھاتی ہیں صرف ان کو لیتا ہے اور جو ان سے بے جوڑ ہیں ان سے احتراز کرتا ہے۔ آپ لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ نہ معلوم کتنا وقت کرکٹ کھیلنے اور دیکھنے میں گذار دیتے ہیں۔ جو بات اپنے سروکار کی نہ ہو اس میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ ہروقت اپنے نصب العین کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ یہ روایت بہت شاندار ہے۔

حدثنی عن مالک انه بلغه عن عائشه زوج النبی ﷺ انہا قالت استاذن رجل علی رسول الله ﷺ قالت عائشه انا معه فی البیت فقال رسول الله ﷺ بئس ابن العشیرة ثم اذن رسول الله ﷺ قالت عائشه فلم انشب ان سمعت ان ضحک النبی ﷺ معه فلما خرج الرجل قلت یا رسول الله قلت فیه ماقلت ثم لم تنشب ان ضحکت معه' فقال رسول الله ﷺ ان من شر الناس من اتقاه الناس لشره۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کی اجازت مانگی وہ فرماتی ہیں کہ میں گھر میں آپ کے ساتھ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قبیلے کا برا آدمی ہے۔ پھر اس کو اجازت دے دی۔ زیادہ دیر نہ گذری کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ہنس رہے ہیں۔ جب وہ شخص نکل گیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ؐ آپ نے اس کے بارے میں جو بات کہی وہ تو کہی اور پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ زیادہ دیر نہیں گذری کہ آپ اس کے ساتھ ہنس کر باتیں کر رہے ہیں' یہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدترین آدمی وہ ہے کہ جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا ترک کر دیں۔

وضاحت :۔ آنحضرتؐ نے اس شخص کے متعلق جو یہ فرمایا کہ بئس ابن العشیرة اس پر لوگ بحث کرتے ہیں کہ آپ نے یہ غیبت کیوں کر جائز کر لی۔ میرے نزدیک نہ یہ غیبت تھی اور نہ آنحضرتؐ نے غیبت کو جائز کر لیا۔ میں اس کی توجیہ یوں کرتا ہوں کہ جو لوگ پبلک زندگی کے مدعی ہیں' وہ ہمارے لیڈر اور امام بن کر سامنے آتے ہیں' لوگوں سے وفاداری اور سمع و طاعت کا اقرار لینے کی جدوجہد کرتے ہیں تو ان کی زندگی پبلک ہوتی ہے۔ آپ ان پر ہر جگہ تنقید کر سکتے ہیں' بحث کر سکتے ہیں' اخباروں میں لکھ سکتے ہیں' ان کی ایک ایک چیز پر ان کے لتے لے سکتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو نمونے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے متعلق کچھ کہنا غیبت نہیں۔ جن لوگوں نے اس کو غیبت سمجھا ہے میں نہیں جانتا کہ انہوں نے غیبت کا مفہوم کیا سمجھا ہے۔ جو لوگ پبلک میں نہیں جاتے' کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی توفیق کے مطابق جو خدمت بن آئے وہ کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق اگر کوئی شخص پس پردہ بات کرے اور وہ بات ایسی ہو کہ اس کی خواہش یہ ہو کہ وہ متعلقہ آدمی نہ جاننے پائے تو یہ غیبت ہے' چاہے بات بجائے خود صحیح ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دوسرے کے منہ پر کہنے کا تو حق حاصل ہے تاکہ اس کو نصیحت ہو لیکن پس پردہ کہنے کا کیا فائدہ۔ اس نے اپنے آپ کو پبلک میں تو پیش نہیں کیا ہے۔ لہٰذا میرے

نزدیک آنحضرت ﷺ کی اس بات کو غیبت کہنا غلط ہے۔

آدمی سے ملاقات کے دوران آنحضرت ﷺ نے ہنس ہنس کر باتیں کیں تو یہ حقیقت میں آداب گفتگو اور آداب ملاقات میں سے ہے۔ ملنے والا دوست ہو یا دشمن' آدمی کو ملاقات اور گفتگو کے معاملے میں سیاسی ہونا چاہیے۔ یہ مناسب نہیں ہوتا کہ آپ ہروقت لٹھ لیے بات کریں کہ تو کافر ہے' مرتد ہے' جاہل ہے' میں تجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ جو بھی آئے اس سے بات قرینے سے کریں' دلیل سے کریں' مہذب اور شائستہ طریقے سے کریں۔ یہ آداب گفتگو میں سے ہے۔

حدثنی عن مالک عن عمه ابی سهیل بن مالک عن ابیه عن کعب الاحبار انه قال : اذا احببتم ان تعلموا ماللعبد عند ربه' فانظروا ماذا یتبعه من حسن الثناء۔

ترجمہ :۔ سہیل بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا کہ جب تم یہ جاننا چاہو کہ اس بندے کا اللہ کے ہاں کیا مرتبہ ہے تو اس بات کو دیکھو کہ لوگ اس کے پیچھے کیا تعریف کرتے ہیں۔

وضاحت :۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں بلکہ کعب احبار کی بات ہے۔ میرے خیال میں یہ بات انہوں نے اپنے اس علم کے مطابق کہی ہو گی جو ان کو یہود سے ملا تھا۔ ہمارے ہاں یہ مضمون اس سے قدرے مختلف آتا ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص کا جنازہ جا رہا تھا تو لوگوں نے کہا کہ مرنے والا بہت صالح اور متقی بندہ تھا' شاید اس نے جنت پالی۔ اسی طریقے سے ایک دوسرے آدمی کا جنازہ اٹھا تو لوگوں نے مرنے والے کو برا آدمی کہا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ دونوں آدمیوں کے ساتھ معاملہ لوگوں کی رائے کے مطابق ہو گا کیونکہ تم لوگ شہداء الله فی الارض (روئے زمین پر اللہ کے گواہ) ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تک یہ امت شہدا الله فی الارض کے مقام پر فائز رہی اس وقت تک اس کی شہادت کا یہی درجہ تھا کہ جس کے متعلق اس نے کہا کہ خیر ہے' خدا کے ہاں بھی وہ خیر ہی قرار پایا۔ لیکن جب امت اس مرتبہ سے گر گئی تب ان کی شہادت کا کچھ وزن نہیں۔ اس وقت عالم اسلام کے چوٹی کے لیڈروں کا جو پوری قوم کے ماں باپ سمجھے جاتے ہیں' حال یہ ہے کہ ان کی زندگیوں کا اسلام سے کوئی تعلق جوڑا جائے تو مشکل سے بھی آپ کو اس کا کوئی سراغ نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہدا الله فی الارض نہیں رہے۔

حضرت کعبؓ کی بات ان لوگوں کے متعلق درست ہے جو اپنے صحیح مقام پر ہیں۔ یہ صالحین و ابرار کے تعلق سے درست ہے' ہمارے اول دور کے متعلق درست ہے' لیکن اس زمانے میں یہ بات غلط ہے کہ جس کے پیچھے جتنے زیادہ لوگ ہیں وہ اتنا ہی بڑا جنتی ہے۔ ہمارے ہاں اب جتنا ہی کوئی بڑا ممدوح ہے وہ اتنا ہی دین کے اعتبار سے ناقص ہے۔

حدثنی عن مالک عن یحیی بن سعید انه قال : بلغنی ان المرء لیدرک بحسن خلقه درجه قائم باللیل الظامی بالهوا جر۔

ترجمہ :۔ یحیٰی بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آدمی اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے رات میں نماز کے لیے کھڑے ہونے والے اور سخت دھوپ میں روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

وضاحت :۔ حسن اخلاق سے مراد دانت نکال کر بات کرنا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا' لوگوں کی خدمت کرنا' ان سے ہمدردی کرنا' ان کی صحیح رہنمائی کرنا اور ان کی غلطیوں کو معاف کرنا ہے۔ یہ تمام کام جو شخص کرتا ہے وہ قائم باللیل اور صائم بالنہار کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نماز چھوڑ دیں' روزہ نہ رکھیں اور پھر بھی وہ مرتبہ آپ کو مل جائے۔ نہیں' آپ نماز پڑھتے رہیں گے' روزہ رکھیں گے اور حسن اخلاق سے پیش آئیں گے تو اگرچہ آپ نے زیادہ نمازیں نہیں پڑھیں' زیادہ روزے نہیں رکھے تو حسن خلق کی وجہ سے ان کی قدرے تلافی ہو جائے گی۔ مقصود آپ کو باکردار آدمی بنانا ہے۔

حدیث میں دوسری جگہ یہ بات بھی آئی ہے کہ ایک خاتون نمازیں تو زیادہ نہیں پڑھتی تھی لیکن دوسرے اس کی اذیت سے محفوظ رہتے اور وہ کچھ خیرات بھی کرتی تھی' تو آپ ؐ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔ عبادات میں جتنا فرض اور واجب ہے وہ کرنا ضروری ہے۔ اگر نماز روزہ چھوڑ دیں گے اور دن رات لوگوں کی خدمت کرتے رہیں گے تو آپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ لیکن اگر آپ نماز روزہ واجب طرح بچھ سے کرتے ہیں اور خدمت خلق بھی کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ کا جتنا خلق اچھا ہو گا اس سے عبادات میں کمی کی تلافی ہوتی رہے گی۔

حدثنی عن مالک عن یحیی بن سعید انه قال : سمعت سعید بن المسیب یقول : الا اخبرکم من کثیر من الصلاۃ والصدقه قالوا بلی' قال اصلاح ذات البین' وایاکم والبغضه فانما هی الحالقه۔

ترجمہ :۔ یحیٰی بن سعید سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا۔ وہ لوگوں سے پوچھ رہے تھے کہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ زیادہ نماز اور زیادہ صدقہ سے بہتر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تو کہنے لگے کہ دو آدمیوں کے درمیان معاملہ کی اصلاح کر دینا اور بغض اور عناد سے بچنا کہ یہ چیز مونڈ دینے والی ہے۔

وضاحت :۔ مونڈ دینے کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس کے بعد آدمی کے اندر دین کا کوئی شائبہ رہ ہی نہیں جاتا۔ جس طرح سے حجام سر مونڈ دیتا ہے اسی طریقے سے باہمی بغض و عناد سارے دین کا تیاپانچہ کر دیتا ہے۔ یہ صالح مسلمانوں کے لحاظ سے درست بات ہے۔ لیکن جو شخص دین کا دشمن ہو گیا ہو اس سے بغض رکھنا ایمان کی علامت ہے۔

اس روایت کا مطلب بھی اوپر والی روایت کا ہی ہے۔ کہ زیادہ نماز اور زیادہ صدقہ سے بڑھ کر اصلاح ذات البین کا مقام ہے۔ یعنی اگر آپ کے علم میں ہے کہ دو اچھے بھائیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے تو اس اختلاف کو دور کرنا اور ان میں صلح کرا دینا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان باہم مل کر ایک دیوار کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر ایک اینٹ بھی

کھسک جائے تو پوری دیوار میں رخنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وحدت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اختلافات دور کیے جائیں۔ یہاں بھی یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر دین کے معاملے میں اختلاف ہے تو اس میں خدا کے واسطے صلح کرانے کی کوشش نہ کریں۔ اگر آپ کو پورا علم نہیں ہے تو خواہ مخواہ اس میں دخل نہ دیں۔

حدثنی عن مالک انه قد بلغه ان رسول الله ﷺ قال : بعثت لاتمم حسن الاخلاق۔

ترجمہ :۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بھیجا گیا ہوں کہ حسن اخلاق کی تکمیل کروں۔

وضاحت :۔ بعض روایتوں میں حسن الاخلاق کی جگہ مکارم الاخلاق ہے۔ روایت کے معنی کے لحاظ سے میں اس کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ فرق روایت بالمعنی ہونے کی وجہ سے ہے۔

جب آنحضرت ﷺ دین مکمل کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تو مکارم اخلاق کی تکمیل بھی آپ کے فرائض منصبی میں شامل تھی۔ تمام اعلیٰ کردار' اعلیٰ اخلاق' اعلیٰ کردار جس کو آپ کیرکٹر کہتے ہیں اور اس میں قومی کردار بھی شامل ہے اور انفرادی کردار بھی' ان سب میں نقطہ کمال سے آپ نے امت کو آگاہ فرمایا تاکہ کوئی خلا باقی نہ رہ جائے۔ اور آپ نے اس کا حق ادا کر دیا۔

ماجاء فی الحیاء

حیا کے بارے میں روایات

حدثنی عن مالک عن سلمه بن صفوان بن سلمه الزرقی عن زید بن طلحه بن رکانه یرفعه الی النبی ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ لکل دین خلق' وخلق الاسلام الحیاء۔

ترجمہ :۔ زید بن طلحہ بن رکانہ اس روایت کو نبی ﷺ تک مرفوع کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دین کا ایک خلق خاص ہوتا ہے اور اسلام کا خلق خاص حیا ہے۔

وضاحت :۔ زید بن طلحہ بن رکانہ کی صحابیت مشکوک ہے۔ اس لیے یہ روایت موقوف ہے۔ اگر صحابی کی ملاقات مشکوک ہے' لیکن بات بجائے خود اپنی جگہ پر مبنی برحق ہے تو بات مان لی جائے گی۔ یہ روایت بھی اسی طرح کی ہے کہ نبی ﷺ کا ارشاد معلوم ہوتی ہے۔ حضرت آدم ؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ؐ تک تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا اور وہ دین فطرت ہے' اس لیے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی چیز ہر پیغمبر کے ساتھ کیسے مخصوص ہو گی۔ لیکن یہ بات ہو سکتی ہے کہ ایک دین میں کسی خاص کردار پر زیادہ زور دیا گیا ہو اور دوسرے دین میں کسی دوسرے کردار پر۔ اس کی مثالیں تاریخ ادیان میں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں ترک دنیا اور زہد پر اس موثر طریقہ پر زور دیا گیا کہ بعد والوں کو مغالطہ ہو گیا اور رہبانیت کی طرف ان کا رجحان زیادہ ہو گیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ ترک دنیا اور زہد کی تعلیم سے دوسرے ادیان خالی ہیں لیکن عیسائیت میں اس کا غلبہ ہو گیا۔ ٹھیک اسی طرح اسلام میں حیا کو خاص اہمیت

دی گئی اور یہ مسلمان کا خاص کردار ہے۔

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ ان میں حیا کی خاص تعلیم ہے مثلاً الحیاء شعبہ من الایمان (حیا ایمان کی ایک شاخ ہے) بہت سی نیکیوں کو فروغ دینے میں حیا کا خاص دخل ہے۔ سب سے زیادہ حیا تو آدمی کو خدا تعالٰے سے ہونی چاہیے۔ اس سے بہت سی نیکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کردار کے بہت سے پہلو اس میں آتے ہیں اور میرے نزدیک تو یہ ہے کہ آدمی کے اندر اگر حیا نہ ہو تو کوئی بری سے بری چیز بھی اس سے بعید نہیں۔

یہ بات نہیں کہ اسلام کے ساتھ ہی حیا کو خصوصیت ہے اور دوسرے ادیان اس کے خالی ہیں۔ بلکہ تمام ادیان میں اس کا ایک مقام ہے لیکن اسلام میں اس پر زور دیا گیا ہے۔ خاص طریقے پر آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے اس کو نمایاں کیا ہے۔ آنحضرتؐ کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ آپ کنواری لڑکی کی طرح شرمیلے تھے۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر کا جب یہ کردار ہو گا تو امت کے اندر وہی چیز اس کے قول اور فعل سے منتقل ہو گی۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ عرب ذرا اکھڑ تھے تو ان کے اس مزاج کی درستی کے لیے حیا پر زیادہ زور دیا گیا۔

الحیاء شعبہ من الایمان سے متعلق ایک اور بات یاد رکھئے۔ صوفیا کے نزدیک کردار کی منزلیں ہوتی ہیں۔ ان کے نزدیک حیا ایک منزل ہے۔ یعنی کچھ روز آپ اس منزل پر قیام کریں گے، پھر دوسری جگہ جائیں گے، اس کے بعد تیسری جگہ۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ الگ الگ مقامات کوئی نہیں ہیں کہ کچھ دن آپ حیا میں معتکف رہیں، اس کے بعد فتوت میں منتقل ہو جائیں، اس کے بعد وجودیت میں چلے جائیں وغیرہ۔ کردار بحیثیت مجموعی ایک ساتھ چلتا ہے، ہر آدمی بیک وقت ان تمام کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ایمان ان کا جامع ہے اور یہ سب اس کی فروع ہیں۔

حدثنی عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ بن عمران رسول اللہ ﷺ مرعلی رجل و ھویعظ اخاہ فی الحیاء فقال رسول اللہ ﷺ دعہ فان الحیاء من الایمان۔

ترجمہ :۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک شخص پر ہوا اور وہ اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں ملامت کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑو، حیاء تو ایمان کا شعبہ ہے۔

وضاحت :۔ مطلب یہ ہے کہ حیاء تو ایمان کے شجرہ طیبہ کی ایک شاخ ہے اور یہ بہت بڑی شاخ ہے۔ لیکن ہے ایک شاخ ہی، مقام یا منزل نہیں کہ آپ کچھ دن اس پر قیام کریں تو پھر آپ مسلمان ہیں۔

آدمی کے اپنے بھائی کو ملامت کرنے کے دو مطلب نکل سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اس کو اس بات پر ملامت کر رہا تھا کہ تو نالائق ہے، عورتوں کی طرح شرماتا ہے، دنیا کا کیا کام کرے گا، بہادر بن۔ دوسرا یہ کہ وہ اس کو بے حیائی پر سرزنش کر رہا تھا۔ میرے نزدیک وہ شخص بھائی کے شرمیلے پن پر ملامت کر رہا تھا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا اس کی جان چھوڑو۔ حیا تو ایمان کے تقاضوں میں سے ہے۔

تبصرہ کتب

عالم اسلام کی صورت حال

مصنف : اسرار عالم

صفحات : 144

ناشر : ادارہ معارف اسلامی، 35 ۔ ڈی بلاک 5، فیڈرل بی ایریا کراچی

اس سے قبل جناب اسرار عالم کی تصانیف پر تدبر میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اس لیے وہ ہمارے قارئین کے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ انہوں نے یہودیت اور اس کی سازشی ذہنیت کا بطور خاص مطالعہ کیا ہے اور نہایت اعلیٰ تحقیقی کتابیں لکھی ہیں۔ زیر نظر کتاب حقیقت میں ان کے ان لیکچرز کا مجموعہ ہے جو عالم اسلامی کی سیاسی و اقتصادی صورت حال اور بین الاقوامی ایجنسیوں کے کردار پر دیئے گئے۔ ان مباحث میں انہوں نے مسلمان ممالک کی انفرادی صورت حال پر بحث کرنے کی بجائے عالمی اسلامی تناظر میں پس پردہ یہودی ہاتھ کی کارفرمائیوں کو بے نقاب کیا ہے۔

فاضل مصنف کے نزدیک یہودی عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کے دشمن ہیں۔ انہوں نے صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کو مسلمانوں سے لڑا کر دونوں کی قوت ختم کرنے کی سازش کی۔ اس میں مسلمانوں کا کوئی بڑا نقصان نہ ہوا۔ پھر انہوں نے عیسائیوں پر اپنی توجہ مرکوز کیے رکھی اور ان کے مذہب کو ان کی زندگیوں سے بے دخل کر دیا۔ مسلمان بھی ان کی زد میں رہے اور ان کو نقصان پہنچانے کا کوئی دقیقہ انہوں نے فروگذاشت نہیں کیا۔ یہود نے اپنے استعماری کارندوں کے ذریعے پورے عالم اسلام پر قبضہ کر لیا اور ان کے وسائل سمیٹ کر مغربی ممالک میں لے گئے۔ ان کی توقع کے خلاف عالم اسلام نے پھر جھرجھری لی اور استعماری زنجیریں ٹوٹنے لگیں۔ یہودیوں نے اب نئی حکمت عملی تیار کی اور مسلمانوں کی مرکزیت کو ختم کرنے کے لیے خلافت کا ادارہ مٹا دیا اور عالم اسلام کو مختلف قومیتوں میں بانٹ کر باہم لڑانے کی کوشش کی۔ جب مشرق وسطیٰ، برصغیر ہندو پاک، ملائیشیا اور دوسرے مسلمان ممالک میں اسلام کی طرف بلانے والی تحریکیں اٹھنے لگیں تو یہودیوں نے پھر سے اپنی حکمت عملی کا جائزہ لیا۔ اس صدی کے آخری چند عشروں میں خلافت کے خاتمہ کے بعد انہیں جو بڑی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں ان میں سلطنت اسرائیل کا قیام، بیت المقدس پر قبضہ، سعودی عرب میں ان کی فوجوں کی مستقل موجودگی سرفہرست ہیں۔ اب ان کا تیل کے کنووں اور بحری گزرگاہوں پر خاصا موثر کنٹرول ہے۔ اقتصادی طور پر وہ مسلمان ممالک کو برابر تباہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس مقصد کے لیے IMF اور ورلڈ بنک بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بیسیوں بین الاقوامی ایجنسیاں اور ملٹی نیشنل کمپنیاں تمام ممالک میں اپنی سازش کا جال پھیلائے ہوئے ہیں۔

فاضل مصنف کے نزدیک یہود نے اس بات کا بطور خاص مطالعہ کیا ہے کہ اسلام میں آخر وہ کون سی

چیز ہے جو غیر متوقع حالات پیدا کر دیتی ہے۔ مثلاً ایران کے انقلاب اور جہاد افغانستان نے یہود کو ہلا کر رکھ دیا۔ اب سوڈان میں اسلامی حکومت کا قیام ان کو بے حد کھٹک رہا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق قرآن مجید کو حجت سمجھنا' رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ عقیدت و محبت' سنت رسول کو قرآن ہی کی طرح حجت قرار دینا اور تصور جہاد وہ چیزیں ہیں جو اسلام کو اس کی قوت عطا کرتی ہیں۔ یہود ان کے مقابلہ کے لیے جو تدبیر کر رہے ہیں اس میں قرآن کو قابل بحث بنانا' آنحضرتؐ کی ذات پر رکیک حملے' سنت رسول کو غیر اہم اور غیر عقلی قرار دینا اور جہاد کو ایک وحشیانہ فعل تسلیم کروانا شامل ہے۔ یہ ان کے عمومی طریق کار یعنی سیکولرائزیشن' جمہوریت' ہیومنزم وغرہ کی کوششوں کے علاوہ ہے۔ وہ بین الاقوامی سطح پر سازش کر کے مسلمان ملکوں پر ایسے حکمرانوں کو مسلط کرتے ہیں جو اسلام کے لیے کام کرنے میں مخلص نہ ہوں۔

فاضل مصنف کے نظریات ہوا میں قائم نہیں ہوئے۔ ان کے پیچھے ان کا وسیع مطالعہ اور حالات کا گہرا مشاہدہ اور تجزیہ کام کر رہا ہے۔ وہ یہودی سازشوں کے باوجود امت مسلمہ کی قوت مدافعت کے بارے میں پرامید ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ بالآخر یہود کو شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا اور اس گروہ کے انجام کے بارے میں نبی ﷺ کی پیشگوئیاں پوری ہوں گی۔

جناب اسرار عالم کے تجزیوں میں بڑی جان ہے۔ لیکن ان کا یہ پہلو کچھ اچھا نہیں کہ اپنی تمام کوتاہیوں کے اسباب کا سراغ خارجی سازشوں میں لگایا جائے۔ ہمارے نزدیک امت کے داخلی معاملات میں بے پناہ رخنے موجود ہیں جن سے دشمن ہمارے اندر گھستا اور ہمیں نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر ان رخنوں کی نشان دہی بھی ساتھ ساتھ کر دی جائے تب توقع کی جاسکتی ہے کہ امت مسلمہ آنکھیں کھولے' ان رخنوں کو بند کرے اور دشمنوں کی چالوں کا جواب دے۔

ہمارے نزدیک کتاب ہر صاحب فکر مسلمان کے پڑھنے کی ہے۔ اس کے مضامین کو عام کرنا چاہیے تاکہ یہودیت کا بھیانک چہرہ لوگوں کے سامنے آسکے۔

(محبوب سبحانی)

عشر و زکوٰۃ میں توسیع کی ضرورت

مصنف : سید حامد عبد الرحمٰن الکاف (یمن)

صفحات : 72

قیمت : 40 روپے

ناشر : ادارہ معارف اسلامی' 35 ۔ ڈی بلاک 5' فیڈرل بی ایریا کراچی

کتاب ہذا کے مصنف نے زکوٰۃ کے بارے میں یمن کے دو اماموں امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ اور امام

احمد بن علی شوکانی کے اختلاف کو بحث کا موضوع بنایا ہے۔ جس طرح دین کے دوسرے امور میں فقہا کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے زکوٰۃ کے بارے میں بھی اسی طرح کے اختلافات ہیں۔ امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ کی رائے میں ہیرے جواہرات' تجارتی اموال اور قابل استحصال اشیاء کی قیمتوں میں اسی طرح زکوٰۃ واجب ہے جیسا کہ سونے اور چاندی میں واجب ہے جب وہ نصاب کو پہنچ جائیں۔ دوسرے امام احمد بن شوکانی کے نزدیک زکوٰۃ صرف انہی اشیاء میں ہے جن کا ذکر احادیث میں ہے۔ یعنی سونے چاندی کے علاوہ دوسرے اموال از قسم ہیرے۔ جواہرات۔ موتی۔ یاقوت۔ مونگے وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک زکوٰۃ صرف چار اجناس گیہوں۔ جو۔ کھجور اور کشمش میں ہے۔ پھلوں' باقی اجناس اور ترکاریوں وغیرہ میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی قابل استحصال اشیاء یعنی عمارات اور کارخانوں وغیرہ میں ہے۔

فاضل مصنف نے بڑی محنت سے امام احمد بن علی شوکانی کے موقف کی کمزوری واضح کی ہے اور بتایا ہے کہ اسلام ابدی دین ہے اور اس نے قیامت تک کے لئے رہنما اصول فراہم کر دئے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں مسلمان آنے والے تغیرات میں اپنا لائحہ عمل متعین کر سکیں۔ یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں فلاں چیز پر زکوٰۃ کے نفاذ کے بارے میں کبھی سنا ہی نہیں اور نہ ہی قرن اول میں اور مذاہب اربعہ میں سے کسی نے اس کا ذکر کیا جیسا کہ وہ قابل استحصال اشیاء کی زکوٰۃ کے بارے میں کہتے ہیں' سراسر غلط موقف ہے۔ اموال تجارت پر زکوٰۃ حضرت عمرؓ کے زمانے سے نافذ رہی ہے اور زمانے کے ساتھ ساتھ جو نئے اموال تجارت وجود میں آتے جائیں گے ان سب پر زکوٰۃ واجب الادا ہوتی جائے گی۔ یہی حال پھلوں' ترکاریوں اور دوسرے اموال کا ہے۔ جو چیز بھی تجارت کی غرض سے کاشت کی جائے گی اس پر عشر یا نصف عشر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اگر امت نئے اموال میں جب کہ نئی اشیاء بہت بڑی مقدار میں پیدا کی جا رہی ہیں اور عمارات اور کارخانے سونا اگل رہے ہیں' قابل زکوٰۃ اشیاء کی فہرست کو وسعت نہیں دے گی تو اس کے غریب و نادار طبقے ان عظیم فوائد سے محروم رہ جائیں گے جو زکوٰۃ کا حکم ان تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اس صورت میں صرف سرمایہ داری کو فروغ ہو گا جس میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں مصنف کا موقف ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہے اور اگر زکوٰۃ ان تمام اجناس' حیوانات اور اموال پر وصول کی جائے جو تجارتی بنیاد پر پیدا کیے جا رہے ہیں تو غربا کی امداد کے لیے بہت وسیع راہیں کھولی جاسکتی ہیں اور یہ کام دین کے منشاء کے مطابق ہو گا۔

مصنف نے امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ کے موقف کو درست تسلیم کر کے اس پر بحث نہیں کی۔ بلکہ اس کی تائید کرتے ہوئے بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکانہ حقوق Shareholders Equity پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ وصول کرنے کی تجویز دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زمین کی قیمت فی زمانہ بہت تیزی سے بڑھ گئی ہے اور بڑھ رہی ہے' لہٰذا زمین کی قیمت میں سالانہ کرایہ جمع کر کے اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ وصول کرنی

چاہیے۔ یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ کوئی عمارت یا فیکٹری مال تجارت نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح کھیت فصل پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اسی طرح کارخانہ یا عمارت پیداوار حاصل کرنے یا کرایہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جس طرح کھیت پر زکوٰۃ نہیں اسی طرح عمارت یا کارخانہ پر زکوٰۃ نہیں بلکہ کرایہ یا پیداوار پر زکوٰۃ ہوگی۔

اموال زکوٰۃ کا مسئلہ اتنا سادہ نہیں کہ اس پر ایک مختصر بحث میں اس کے تمام پہلو اجاگر ہو جائیں۔ اس پر فقہا اور علما کو خلوص نیت سے غور کرکے اجتہاد کرنا ہوگا تاکہ موجودہ فکری اختلاف کو رفع کیا جا سکے۔

ہمارے ہاں بھی ارباب حکومت اس بات پر مطمئن ہیں کہ انہوں نے بنک میں جمع شدہ رقم پر ہر سال میں ایک مرتبہ ڈھائی فیصد زکوٰۃ کاٹ کر زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے کا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ جبکہ اس جمع شدہ رقم کے علاوہ تمام اموال' اجناس' مواشی' سونا چاندی اور قابل استحصال اشیاء پر سرے سے زکوٰۃ وصول کرنے کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔ سورہ حج کی آیت نمبر41 کی رو سے تمام ارباب اقتدار پر واجب ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں اور معروف کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو قیامت کے روز اپنا جواب سوچ لیں۔ وہاں کوئی عذر کام نہ دے گا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلے پر پوری دیانتداری سے غور کرکے زکوٰۃ کا نظام رائج کیا جائے۔ یہ کتاب اگرچہ یمن کے احوال کے لحاظ سے لکھی گئی ہے اور وہیں کی شخصیات کے افکار پر نقد و تبصرہ پر مشتمل ہے جس کے باعث اصل موضوع بحث تک قاری اس وقت پہنچتا ہے جب وہ غیر متعلق مباحث سے اکتا چکتا ہے' تاہم اس میں پیش کردہ مسئلہ اور اس کا مجوزہ حل دونوں اس لائق ہیں کہ اس کتاب کو اہل علم میں پھیلایا جائے اور زکوٰۃ کے نظام کی تنفیذ میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(سعید احمد)

ام الکتاب میں اللہ کا تعارف

مصنف : علامہ ابوالخیر اسدی

صفحات : 254

قیمت غیر مجلد : 120 روپے

ناشر : مجلس نشریات' مخدوم رشید' ملتان

کتاب کا نام چونکا دینے والا ہے۔ اس کو پڑھتے ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ کی ذات بھی محتاج تعارف ہے کہ ایک مصنف کو اللہ کا تعارف کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دیکھا جائے تو ہر

دور کے اہل فلسفہ و سائنس اور علمائے دین کی بحثوں کا سب سے بڑا موضوع اللہ کی ذات رہی ہے۔ لیکن کبھی اس کی ذات و صفات میں شریک ڈھونڈے گئے اور کبھی اس کی ذات کو شعوری طور پر زندگی کے ہر پہلو سے خارج کیا گیا اور جانتے بوجھتے ہوئے اس کے انکار کے دور از کار دلائل تلاش کیے گئے۔ حال یہ ہے کہ جو لوگ اس کے وجود کو تسلیم بھی کرتے ہیں ان کے یہاں بھی تشکیک نے راہ فرار کے بہت سے راستے کھلے رکھے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات صرف ایک برتر طاقت ہے جو کائنات کا آغاز کرکے اس سے لاتعلق ہو گئی ہے۔ اب جو نظام کائنات تشکیل پا گیا ہے اس میں کوئی ترمیم اور رد و بدل اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

فاضل مصنف نے اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو مختلف زاویوں سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے' ہر قسم کے شرک کی نسبت سے پاک ہونے اور اس کی رزاقیت کے حق میں سائنس اور فلسفہ و کلام کے دلائل جمع کیے ہیں۔ کتاب کا عجیب پہلو یہ ہے کہ اس میں جو کچھ ہے وہ قدیم و جدید علماء اور فلاسفہ کی تحریروں میں سے اقتباس ہے۔ مصنف کے اپنے الفاظ کہیں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ جن مصنفین کی تحریریں جمع کی گئی ہیں ان میں سید سلیمان ندوی' خلیفہ عبد الحکیم' ڈاکٹر رفیع الدین' غلام احمد پرویز' محمد منظور نعمانی اور وحید الدین خان نمایاں ہیں۔

اس کتاب کو پڑھنے سے ایک خیال جو بار بار آتا ہے یہ ہے کہ آخر بڑے بڑے سائنس دان اور فلاسفہ صرف اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی دلیل دینے کے بعد اور اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے بعد مزید آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ وہ کیوں یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ اس کائنات کا مقصد کیا ہے اور خالق کائنات اپنی ذی شعور مخلوق سے کیا چاہتا ہے؟ کیا صرف ذمہ داریوں سے فرار اس کی اصل وجہ ہے؟

اگرچہ ساری کتاب اللہ تعالیٰ کی رزاقیت' ربوبیت' خالقیت اور اس کے وجود کے اثبات کے گرد گھومتی ہے لیکن صفات باری تعالیٰ کا جامع تعارف اس میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً رحمانیت و رحیمیت' جباریت و قہاریت نیز پسند و ناپسند کے موضوع کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ یا اس کا ذکر ہے تو بہت ہی کم۔ کتاب میں اکثر جگہوں پر موضوع سے بہت زیادہ انحراف ہے۔ مختلف مصنفین کی تحریروں سے مرتب کی ہوئی کتاب میں بات کو پیش کرنے کا سلیقہ اور موضوع کا تدریجی ارتقاء تلاش کرنا ایک بے سود کوشش ہے۔

اس کتاب میں اہل تصوف کے ان نظریات کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے جو الوہیت کے باب سے متعلق ہیں۔ مثلاً وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر دقیق بحثیں۔ کئی مضامین فلسفیوں نے اپنی علمی زبان میں لکھے ہیں۔ لہٰذا کتاب میں سائنس' فلسفہ اور تصوف کی نہایت مشکل اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں جو عام تعلیم یافتہ افراد کی گرفت میں نہیں آتیں۔ ہمارے نزدیک بہتر ہوتا کہ فاضل مصنف ان تمام تحریروں

سے استفادہ کر کے خود اپنے الفاظ میں کتاب مرتب کرتے اور سہل زبان میں اپنے خیالات قارئین تک پہنچاتے۔ موجودہ شکل میں موضوع سے انصاف نہیں ہوا اور سورہ فاتحہ کی تفسیر کے لحاظ سے تو بالکل ہی تشنہ ہے۔

(محمد یونس)

"مقدمہ ریاض القرآن"

مصنف : علامہ ابوالخیر اسدی

صفحات : 254

قیمت : 120 روپے

ناشر : مجلس نشر السنۃ مخدوم رشید ملتان

دور صحابہ میں قرآن کی تفسیر لکھنے کی خاص ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید بالکل اسی زبان میں نازل ہوا تھا جو صحابہ کے یہاں رائج تھی۔ قرآن مجید کی خاص اصطلاحات کی رسول خدا ﷺ نے وضاحت کر دی تھی۔ اسکے علاوہ قرآن مجید حالات و واقعات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اس لیے اجل صحابہ اس کے شان نزول وغیرہ سے واقف تھے۔

دور صحابہ کے بعد دنیائے اسلام میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ عربی زبان بھی اپنے الفاظ و معانی کے لحاظ سے وسیع ہو گئی۔ نئے نئے فرقے وجود میں آگئے اور ہر فرقے نے اپنے غلط و صحیح عقائد کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کی اور بعض اوقات قرآن کریم کی معنوی تحریف بھی ہونے لگی۔ یہ وہ حالات تھے کہ جب علماء نے یہ ضروری سمجھا کہ تفسیر و تاویل کے اصول منضبط کر دیئے جائیں تاکہ ہر وہ شخص جو اللہ کے دین کے ساتھ مخلص ہے وہ ان اصولوں کو اپنے سامنے رکھے۔ بعض مفسرین نے اپنی تفسیروں کے دیباچے یا مقدمے میں یہ اصول بیان کیے اور بعض نے اس موضوع پر رسالے تحریر کیے۔

علامہ ابوالخیر اسدی صاحب نے زیر نظر کتاب میں اپنی طرف سے تو کم ہی لکھا ہے' زیادہ تر علمائے تفسیر کے مقدمات تفسیر یا رسالوں میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات شامل کئے ہیں تاکہ قاری کے سامنے تفسیر کے ضروری اصول آ جائیں جو ایک مخلص مفسر کے لیے ضروری ہیں۔ اس طرح کی کتاب جو متعدد علماء کے افکار پر مبنی ہو' کسی خاص نظم و ترتیب کی حامل نہیں ہوتی۔ نہ ہی ان افکار میں ارتقاء ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کتاب متفرق علمائے تفسیر کے پیش کردہ بعض اصولوں کا ایک مجموعہ کہی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں تفسیر کا فن بھی کافی ترقی کر چکا ہے۔ خاص کر برصغیر پاک و ہند میں

بقیہ صفحہ 34 پر

"تالیفات امام حمید الدین فراہی"

		روپے	پیسے
1	مجموعہ تفاسیر فراہی	264	00
2	حکمت قرآن	75	00

تالیفات مولانا امین احسن اصلاحی

		روپے	پیسے
1	تدبر قرآن : (9 جلد)	2376	00
	: (فی جلد)	264	00
2	مبادی تدبر قرآن	87	00
3	مبادی تدبر حدیث	72	00
4	حقیقت شرک و توحید	105	00
5	حقیقت نماز	45	00
6	حقیقت تقویٰ	45	00
7	تزکیہ نفس : جلد دوم	87	00
8	دعوت دین اور اس کا طریق کار	90	00
9	اسلامی قانون کی تدوین	60	00
10	اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل	60	00
11	اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام	87	00
12	قرآن میں پردے کے احکام	[illegible]	00
13	فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں	[illegible]	00
14	تفہیم دین	[illegible]	00
15	مقالات اصلاحی : جلد اول	[illegible]	00

فاران فاؤنڈیشن

122 - فیروز پور روڈ' اچھرہ' لاہور - 54600 پاکستان

فون - 7595200